بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام ابن کثیرؒ اور مناظر اعظم استاذ المناظرین ترجمانِ دیوبند مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمہ اللہ
کی نقل کردہ روایات کے متعلق بعض یزیدیوں کی شرانگیزی کا مدلل و مفصل جواب

الدر الثمین

فی دفاعِ مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ

مولانا منیر احمد منور

صدر مدرس وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا (لودھراں)

فہرست مضامین

استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اِس بارے میں کہ:

(۱)......زید اور عمرو کا ایک مسئلے میں اختلاف ہے:

زید کھتا ھے کہ:

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نامی جو مشہور عالم گزرے ہیں، وہ زندیق اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے گستاخ ہیں۔

اور اُن کی گستاخی کی وجہ یہ بتلاتا ہے کہ اُنہوں نے لکھا ہے:

''طبرانی میں ہے کہ یزید نوجوانی میں ہی شراب پیتا تھا، اور نوجوانوں والی حرکتیں کرتا تھا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نرمی سے نصیحت فرمائی کہ: بیٹا! ایسے کام نہ کرو جس سے مروت ختم ہو جائے، دشمن خوش ہوں، دوست برا سمجھیں۔ اور فرمایا: کم از کم دِن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو، اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہو جاتی ہے۔ کتنے فاسق ہیں کہ دن عبادت میں گذارتے ہیں اور رات لذت وعیش میں گزارتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت معاویؓہ کی یہ نصیحت اس حدیث کے موافق ہے کہ: اگر کوئی شخص ایسی گندگیوں میں مبتلا ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے۔ (البدایہ) باپ کی اِس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۶۸، ۵۶۹]

زید کا کہنا ہے کہ: یہ عبارت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی پر مبنی ہے کہ:

۱۔ اُنہوں نے یزید کے فسق کا علم ہونے پر اُسے فسق چھپانے کی نصیحت کی۔

۲۔ یزید کے فسق کا معلوم ہونے کے باوجود اُنہوں نے اُسے اپنا ولی عہد بنایا۔

یہ دونوں باتیں ایک صحابی کی شان کے بالکل خلاف ہیں۔

نیز مولانا امین اوکاڑویؒ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (۵۰ھ) کو حضرت معاویؓہ نے بوجہ کبرسنی امارتِ کوفہ سے معزول کر دیا اور ارادہ کیا کہ: سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس کی جگہ گورنر بنایا جائے، تو مغیرہؓ اس سے نادم ہوئے اور اُنہوں نے آکر یزید کو کہا کہ: تم اپنے باپ سے مطالبہ کرو کہ وہ تمہیں ولی عہد بنا دے تو یزید نے باپ سے عرض کر دیا۔ معاویؓہ نے پوچھا کہ: تمہیں مطالبہ کا مشورہ کس نے دیا ہے؟ یزید نے کہا: مغیرہ بن شعبہؓ نے! معاویؓہ کو مغیرؓہ کا یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اس کو امارتِ کوفہ پر برقرار رکھا اور اسے حکم دیا کہ یزید کی ولی عہدی کے لیے کوشش کرو! حضرت مغیرہؓ نے یہ کوشش شروع کر دی۔ تو معاویؓہ نے بصرہ کے گورنر زیاد کو بھی اس بارے میں لکھا، زیاد نے اس کو ناپسند کیا، کیونکہ وہ یزید کے لعب وصید سے واقف تھا، اور اس نے عبید بن کعب کو دمشق بھیجا کہ یزید سے کہو کہ اس بات سے باز آنا ہی اس کے لیے بہتر ہے، **فانز جر یزید عما یرید من ذالک**، تو یزید ڈر گیا اور معاویؓہ سے بھی بات کی، تو باپ بیٹے دونوں کا اتفاق ہو گیا کہ سردست یہ خیال چھوڑ دینا چاہیے۔ پھر اسی سال کے آخر میں ۵۱ھ میں جب زیاد مر گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منظم طور پر ولی عہدی کی تحریک شروع کی، تو پانچ حضرات کے علاوہ سب نے بیعتِ ولی عہدی کر لی۔ ان پانچ حضرات کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دھمکاتے ڈراتے رہے۔............اور ہم (ابن کثیر) نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: اُنہوں نے ایک خطبے میں یہ دعا فرمائی: اے اللہ! تو جانتا ہے اگر میں نے اسے اس لیے ولی عہد بنایا ہے کہ وہ میری رائے میں اس کا اہل ہے تو اسکی ولایت کو پورا فرما دے۔ اور اگر میں نے اس لیے اس کو ولی عہد بنایا ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے تو اس کی ولایت کو پورا نہ فرما۔ (البدایہ ص ۸۳، ج ۸)............ان روایات سے معلوم ہوا کہ یزید والد کی حیات میں اپنے فسق کو چھپاتا تھا، اور جو فاسق اپنے فسق کو چھپائے اس کی پردہ پوشی ہی کا حکم ہے۔'' [تجلیات صفدر: ۱/ ۵۷۲]

اِس میں سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض وارد ہے کہ اُنھوں نے بیٹے کو ولی عہد بنانے کے لیے سیاسی رشوت اور دھونس اور جبر کا راستہ اختیار کیا۔ اِس لیے ماسٹر امین گستاخِ معاویہ اور زندیق تھا۔

عمرو جواب میں کھتا ھے کہ:

ا۔ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ ایک جید عالم دین اور مسلکِ حق کے ترجمان تھے۔

اُن کے دَور کے اکابر علمائے اہل السنۃ والجماعۃ نے اُن پر بھر پور اعتماد کا اظہار کیا، اُن کی خدمات کا اعتراف کیا، اُن کو بڑے بڑے القابات سے نوازا اور اُن کو اہل حق کا ترجمان قرار دیا۔ چنانچہ مولانا خواجہ خان محمد، علامہ ڈاکٹر خالد محمود، مولانا سلیم اللہ خان، مولانا محمد حسن جان، مولانا سرفراز خان صفدر، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا ابوبکر غازی پوری، مولانا عاشق الٰہی بلند شہری، مولانا محمد صدیق، مولانا مفتی عبدالستار، مولانا قاضی مظہر حسین، مولانا عبدالرزاق اسکندر، مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا عبدالمجید کہروڑپکا، علامہ علی شیر حیدری، مولانا حکیم محمد اختر کی عبارات اِس پر شاہد ہیں۔ جو ماہنامہ الخیر ملتان کے مولانا محمد امینؒ پر شائع ہونے والے خصوصی نمبر میں دیکھی جاسکتی ہیں

مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ کی بے مثال دینی خدمات ہیں، بیبیوں مرزائی اور عیسائی اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اہل زیغ وبدعت اُن کے ہاتھ پر توبہ تائب ہوئے، صحابہ اور اہل بیت کے کئی دشمن راہِ حق کی طرف پلٹے۔

جب مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ کے بارے اُن کے دور کے تمام اکابر اہل سنت کی آراء موجود ہیں، اور اُن کی قابل تعریف دینی خدمات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں تو اُن کی کسی بھی عبارت کا صحیح محمل تلاش کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ ضابطہ ہے کہ: صحیح العقیدہ متبع سنت مسلمان کی عبارت کا ایسا معنی مراد لیا جاتا ہے جو اُس کے اَفکار واعمال اور زندگی کے طور اطوار کے مطابق وموافق ہو۔ خصوصاً متفق علیہ ائمہ کرام وعلمائے دین کی عبارات کا صحیح محمل تلاش کرنا لازم ہے۔

۲۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے اِس عبارت سے صرف فسق یزید پر استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ تحریر کے سیاق وسباق سے بالکل واضح ہے۔

۳۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے اِس تحریر میں بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دِفاع کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے اور اُن پر وارد ہونے والے ممکنہ اعتراضات کا تسلی بخش جواب بھی ساتھ ہی تحریر فرمادیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ: اُن کے دِل میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا بغض تو درکنار کسی درجے میں کوئی میل یا معمولی درجے کی بیزاری بھی نہیں تھی۔

۴۔ صحابہ کرام خصوصاً سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کا موقف بالکل واضح اور دوٹوک ہے۔ چنانچہ اُن کے تلمیذ مولانا عبدالرزاق صفدر نے حضرت کے مجموعہ افادات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر وارد ہونے والے اعتراضات کے بہترین اور عمدہ جوابات درج فرمائے ہیں۔

۵۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے یہ روایات علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ سے نقل کی ہیں۔ اور علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے نہ صرف اِس روایت کو نقل کر کے اِس سے استدلال کیا ہے، بلکہ ایک دوسری حدیث اِس کی تائید میں بھی پیش فرمائی ہے۔ لہٰذا اِس روایت کی وجہ سے جیسے امام ابن کثیرؒ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا، ایسے ہی حضرت اوکاڑویؒ پر بھی وارد نہیں ہوسکتا۔

۶۔ مذکورہ روایت کے لیے طبرانی کا حوالہ دینے میں بھی حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے امام ابن کثیر پر اعتماد کیا ہے اور باقاعدہ حوالہ بھی دیا ہے۔ بالفرض اگر وہ طبرانی کا حوالہ نہ بھی دیتے تو اُن پر اعتراض نہیں تھا، کیونکہ اُنھوں نے یہ روایت امام ابن کثیر کے اعتماد پر نقل فرمائی تھی۔

۷۔ دوسری روایت بھی حضرت اوکاڑویؒ نے امام ابن کثیر کے حوالے سے نقل فرمائی ہے، اور اُس میں بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دِفاع کا پورا خیال رکھا ہے۔

۸۔ دَراَصل جنگ جمل اور جنگِ صفین کے معاملات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تھے اور وہ مسلسل اِس سلسلے میں فکرمند تھے کہ اُن کے دنیا سے جانے کے بعد پھر یہ صورتِ حال نہ قائم ہوجائے۔ اِس لیے اُنھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے فائدے اور اجتماعیت کی خاطر للہ فی اللہ یہ اقدامات فرمائے اور اِن میں اُنھوں نے کسی بھی شرعی حکم کی کوئی خلاف ورزی نہیں فرمائی۔

۹۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ صحابی رسول اور مجتہد ہیں، اِس لیے اُن کے اقدامات کی تاویل اُنہی کی شان کے مطابق کرنا واجب ہے۔ اور

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کر کے اِس کا پورا اہتمام کیا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی زَد نہ آئے۔ اور اُن کے تمام اقدامات کا صحیح محمل تلاش کیا جائے اور اُن کے شایانِ شان تاویل اختیار کی جائے۔

۱۰۔ اگر اِن روایات کا کوئی صحیح محمل نہ ہوتا اور شانِ صحابیت کے مطابق مناسب تاویل نہ ہوتی، تو علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اِن روایات سے کبھی بھی استدلال نہ کرتے۔ آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ امام کثیرؒ جیسا اہل سنت کا متفق علیہ امام کسی صحابی کی تنقیص سے صرفِ نظر کرلے؟ معلوم ہوا کہ اِن روایات میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص نہیں ہے، لہٰذا حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ پر حضرت معاویہؓ کی تنقیص کا الزام لگانا بالکل غلط اور بے جا ہے۔

اَب سوال یہ ہے

(۱)۔۔۔کہ: اِس میں زید کا موقف درست ہے یا عمرو کا؟

(۲)۔۔۔کیا ان روایات کے نقل کرنے میں حضرت معاویہؓ کی گستاخی اور توہین ہے یا نہیں؟

(۳)۔۔۔ملتان کے عبدالواجد لطیف نامی شخص نے ایک پرفریب مبہم استفتاء بنا کر مختلف فتاویٰ اور اُن کی تائیدات حاصل کی ہیں۔ اَب مستفتی اور اُس کے ہم مشرب چند لوگوں نے فسق یزید کے قائلین اکابرین دیوبند خصوصاً استاذ المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کررکھا ہے۔ اِس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ استفتاء اور اس کے جواب میں موصول ہونے والے فتاویٰ کی نقل ہمراہ ہے۔

السائل:

محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی [خادم: مدرسہ جامعہ امینیہ، وخانقاہ چشتیہ مدنیہ، راولپنڈی]

تلخیص، تسہیل، اضافہ: حمزہ احسانی، مجلہ صفدر، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، و علیٰ آلہ و اصحابہ و متبعیھم اجمعین الی یوم الدین۔

امابعد! استفتاء میں تین سوالوں کا جواب طلب کیا گیا ہے؟

۱۔حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ پر زندیقیت کا حکم لگ سکتا ہے یا نہیں؟

۲۔ان دو روایتوں کے نقل کرنے میں حضرت معاویہؓ کی گستاخی اور توہین ہے یا نہیں؟

۳۔اکابرین دیوبند خصوصاً استاذ المناظرین مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کے خلاف چند فتاوی کی بنیاد پر گستاخ وموہن معاویہؓ ہونے کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے، اُس کے متعلق کیا رائے ہے؟

یہ جوابی تحریر چھ مرکزی عنوانات پر مشتمل ہے:

۱۔تمہیدی اُمور۔ ۲۔زیر بحث عنوان پر مولانا اوکاڑویؒ کے مضامین اور افادات کا خلاصہ۔ ۳۔پہلے سوال کا جواب۔ ۴۔دوسرے سوال کا جواب۔ ۵۔تیسرے سوال کا جواب۔ ۶۔عبدالواجد لطیف کے استفتاء کا پس منظر۔

(۱)......تمہیدی اُمور

مذکورہ بالا سوالوں کے جواب کے لیے بطور تمہید چند اُمور کی وضاحت ضروری ہے۔تمہیدی اُمور میں تین گروہوں کا اور اُن کے نظریات کا تذکرہ ہوگا، خصوصاً ناصبی گروہ کے نظریات کو قدرے تفصیل سے ذکر کیا جائے گا۔

تین گروہ:

حضرت علیؓ، حضرت حسینؓ، حضرت معاویہؓ اور یزید کے بارے میں نظریاتی طور پر تین گروہ ہیں۔ان تینوں کے نظریات کی بنیاد اصل کے اعتبار سے تاریخی روایات پر ہے، لیکن اس کا مآل ونتیجہ: صحابہ کرامؓ کی عدالت وامانت و دیانت، اخلاص وتقویٰ کا تحفظ وعدم تحفظ ہے۔اس لیے اپنے نتائج و عواقب کے اعتبار سے حضرت حسینؓ اور یزید کا مسئلہ بہت اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔

[۱]۔پہلا گروہ: رافضی!

اس گروہ نے حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کی محبت کے بارے میں اتنا غلو اختیار کیا ہے کہ یہ لوگ حضرت معاویہؓ، اُم المومنین حضرت عائشہؓ اسی طرح دوسرے صحابہ کرام کو خارج از ایمان تصور کرنے لگے۔اِس گروہ کے سینے اصحابِ رسول کے بُغض وکینے سے لبریز ہیں۔

پچھلے سال **2023**ء میں پی ڈی ایم حکومت کے دوران جب قومی اسمبلی میں تحفظ ناموسِ صحابہؓ واہل بیت بل پیش ہوا تو پورے ملک میں رافضی لوگ اِس بل کے خلاف متحرک ہوگئے، حتیٰ کہ صدر عارف علوی نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور اعتراض لگا کر واپس کر دیا۔جس سے اصحابِ رسولؐ کے خلاف ان کی عداوت، بُغض وکینہ ایک بار پھر کھل کر سامنے آ گیا۔

[۲]۔دوسرا گروہ: ناصبی!

ناصبی، یزیدی گروہ نے حضرت معاویہؓ بالخصوص یزید کی عقیدت ومحبت اور دفاع میں ایسا انداز اختیار کیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے بے باک گستاخ بن گئے۔یزید کے اتنے محب، فدائی اور شیدائی ہوگئے کہ اگر کوئی یزید کے بارے میں ذرا سا بے ادبی کا کلمہ بول دے تو بے قابو ہو کر اُس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، چھوٹے بڑے کی تمیز ختم ہوجاتی ہے۔لیکن اِس گروہ کے سامنے اگر کوئی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی کہتا رہے، یزید کے خلاف حضرت حسینؓ کے خروج کو حبِ جاہ، طلبِ حکومت کا نتیجہ اور حصولِ اقتدار کی کوشش قرار دے تو وہ اِس گروہ کا محبوب دُلارا، آنکھوں کا

تارا اَور اَولاد سے زیادہ پیارا بن جاتا ہے۔

ناصبیوں کے چند نظریات کا اجمالی خاکہ:

پاکستان میں پہلے ناصبیت کا اتنا چرچا اور نام نہ تھا۔ اگر کچھ ناصبی تھے بھی تو وہ اپنے تک محدود رہے۔ بالآخر کراچی کے ایک بدنصیب، بدخصلت، بدفطرت اور انتہائی بددیانت ناصبی شخص محمود احمد عباسی نے عدل وانصاف کو بالائے طاق رکھ کر بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے ''تاریخی ریسرچ'' کے نام پر ناصبی نظریات پر مشتمل دو کتابیں تحریر کیں:

۱۔خلافتِ معاویہؓ ویزید ۲۔تحقیق مزید۔ ''خلافتِ معاویہؓ ویزید'' کی خوب تشہیر کی گئی۔ جیسے شراب اُم الخبائث ہے، اِسی طرح یہ کتاب بھی پاکستان میں ام الخبث والخبائث ثابت ہوئی، جو ناصبی پہلے خاموش تھے، اَب وہ برساتی مینڈکوں کی طرح ٹرانے لگے اور ناصبیت کے داعی بن کر میدان میں آگئے۔ ام الخبث والخبائث کی کوکھ سے کئی ناصبیوں نے اور ناصبی نظریات والی کتابوں اور رسالوں نے جنم لیا۔ ذیل میں ام النواصب یعنی کتاب ''خلافتِ معاویہ ویزید'' اوراس کی کوکھ سے جنم لینے والی تحریرات سے ناصبیوں کے چند نظریات ملاحظہ کیجیے!

۱۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی وفات کے وقت اتنے کم عمر تھے کہ اُن کے صحابی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۔حضرت علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ اہل بیت میں شامل نہیں ہیں۔ سنی کتب حدیث میں موجود فضائل اہل بیت کی اَحادیث اکثر شیعوں کی ہیں۔

۳۔کتب حدیث حتی کہ صحاح (بخاری مسلم وغیرہ) میں بھی شیعہ، سنی، خارجی، معتزلی، قدری وغیرہ سب کی روایات موجود ہیں۔

۴۔یزید باجماعِ صحابہ متفق علیہ خلیفہ، امیر المؤمنین اور خلیفہ راشد تھا۔ اُس میں کوئی بڑی خامی نہیں تھی۔ اُس کی خلافت حضرت علیؓ سے بہتر تھی۔

۵۔علیؓ اولاد اور پارٹی سمیت سیاسیات میں قطعاً ناکارہ وناکام ہوچکے تھے۔ اُن کی بیعت ہی مکمل نہیں ہوئی۔ ان کی خلافت علی منہاج النبوۃ نہ تھی۔

۶۔حضرت حسین ؓ متفق علیہ خلیفہ یزید کے خلاف اُٹھنے کی وجہ سے ''بغاوت'' کے مجرم تھے۔ اور حدیث نبوی ہے کہ باغی کو قتل کردو!

۷۔یزید کے دِفاع میں تین صحابہؓ (حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ) کی بے ادبی۔

۸۔آپ ہماری پیش کردہ (بے سند) تاریخی روایت نہیں مانتے تو ہم اکابر اہل سنت کی (مستند) روایات کیوں تسلیم کریں؟

۹۔حضرت حسینؓ کی ساری کوشش سیاسی اِقتدار حاصل کرنے کے لیے تھی، اور وہ اِس کے لیے عرصہ دراز سے موقع کے منتظر تھے۔

۱۰۔گورنر عبیداللہ بن زیاد وغیرہ نے (حسینی لشکر کو شہید کرکے) اپنا فرض پورا کیا، کوئی غلط کارروائی نہیں کی۔

اَب اِن نظریات کی باحوالہ تفصیل دیکھیے! اِن میں زیادہ تر تو جناب محمود احمد عباسی کی اپنی تحریرات ہیں۔ البتہ ایک دو عبارات وہ بھی ہیں جو محمود عباسی موصوف نے اپنے من پسند مفہوم کے لیے دیگر کتب سے منتخب کرکے ان کو اپنی تائید کے طور پر پیش کیا ہے۔

(۱)۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ صحابی رسول نہیں:

محمود احمد عباسی لکھتے ہیں: ''پس ان تصریحات سے جب حضرت حسینؓ کا وفات نبوی کے وقت چار پانچ سال کا ہونا ثابت ہے، تو صحابیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چہ جائیکہ صحابی جلیل ہونے کا۔ روایتیں وضع کرنے والوں نے حضرت علیؓ اور آپ کے ان صاحبزادوں کی عمروں کو بڑھایا ہے اور جن سے ان کا سیاسی اختلاف رہا ان کی عمریں گھٹا کر بیان کی ہیں، ہجرت کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۷ سال تھی، مگر روایتوں میں جو کتب احادیث میں ہیں ان کی عمر بوقت نکاح چھ برس اور بوقت خلوت صحیحہ نو برس کی بتائی گئی ہے۔'' [خلافتِ معاویہؓ ویزید: ۲۴، ۲۵......طبع جدید: ۸۶]

محمود احمد عباسی نے عنوان قائم کیا: مفروضہ صحابیت، موروثی فضیلت!'' [خلافت معاویہ ویزید ص ۴۴۰، طبع جدید: ۵۶۹]

دھوکہ دینے کے لیے طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ پہلے حضرت حسینؓ کے بچپن کے چند واقعات ذکر کرکے حضرت حسینؓ سے کمال صحابیت کی نفی کی۔ اور اس کے لیے ایک غالی متعصب رافضی باقر مجلسی کی کتاب جلاء العیون کو بنیاد بنایا، اس حوالہ سے لکھتے ہیں:

''پس حاملہ شد بحضرت امام حسین، وبعد از شش ماہ آن حضرت متولد شد۔'' [جلاء العیون: ۳۱۲، ۳۱۳] اسی کے ساتھ کہتے ہیں کہ: ''چھ ماہ کا

پیدا شدہ بچہ زندہ نہیں رہتا سوائے حضرت حسینؓ اور حضرت عیسیٰ کے۔'' [ص:۴۴۱] یہ روایت نقل کر کے محمود احمد عباسی تبصرہ فرماتے ہیں: ''شاید اس روایت سے حضرت حسینؓ کی عمر میں چند ماہ کا اضافہ مقصود ہو، ورنہ جو جنین شکمِ مادر میں پورا نشوونما نہ پا سکے، اگر بعد وضعِ حمل وہ زندہ بھی رہے تو قویٰ کی کمزوری تو بہر نوع قائم رہے گی۔ اگر روایت صحیح ہو تب بھی عہدِ رسالت میں حسینؓ ایسے طفلِ صغیر تھے کہ اُن کی صحابیت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ روایت پرستی کی سحر کاری ہے کہ (محدث) ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں حضرت حسینؓ کی صحابیت اور فضیلت کے ثبوت میں شیعہ ٹکسال کی گھڑی ہوئی اور دو کٹر شیعہ راویوں کی ہی سند سے یہ روایت عمار بن یاسرؓ کے ترجمہ (حالات) میں درج کر ڈالی ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو سات سات نجباوٗ زراء و رفقا عطا ہوئے تھے، مجھ کو چودہ عطا ہوئے: یعنی حمزہ، جعفر، ابوبکر، عمر، علی، حسن، حسینؓ ۔۔۔الخ۔'' [ص:۴۴۱] اس پر محمود احمد عباسی تبصرہ کرتے ہیں: (اپنے نجبا' وزرا اور رفقا میں) ''ایسے کم سن بچوں کو (شامل کرنا) جو سن تمیز کو بھی نہ پہنچے تھے جس درجہ بے معنی ہے ظاہر ہے۔'' [خلافتِ معاویہؓ و یزید:۴۴۱، ۴۴۲......طبع جدید:۵۷۰، ۵۷۱]

بددیانتی اور بے انصافی:

جہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کم عمر دکھا کر صحابیت کی نفی کرنی تھی، وہاں تو محمود عباسی کے نزدیک متعصب شیعہ ملا باقر مجلسی کی روایت معتبر اور مقبول ہے اور جس روایت سے حضرت حسن و حسینؓ کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے کہ: ''حسن و حسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نجباء میں سے ہیں۔'' اسے دو شیعہ راویوں کی وجہ سے رد کر دیا۔ پوری کتاب میں ہی یہی انداز ہے۔ اِسی طرح جس روایت سے یزید کی مذمت نکلتی ہو وہ شیعہ راوی کی وجہ سے مردود ہے، جہاں مدح نکلتی ہو وہ باوجود شیعہ راوی کے مقبول ہے۔

تضاد بیانی:

ہم نے عباسی صاحب کی دو عبارتیں ان کی کتاب سے باحوالہ نقل کی ہیں، جن میں حضرت حسینؓ کی صحابیت کی صراحتاً نفی کی گئی ہے۔ اور جب حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے اپنی کتاب ''شہیدِ کربلا اور یزید'' میں اس پر گرفت کی تو طبع سوم کے عرض مؤلف میں لکھا: ''طیب صاحب نے تو مصنف خلافتِ معاویہ و یزید کی نیت پر حملہ کرتے ہوئے تین منصوبے منسوب کیے ہیں: یعنی حضرت حسینؓ کی صحابیت کی نفی کرنے کے لیے ان کی عمر وفات نبوی کے وقت صرف پانچ برس دکھلانا۔۔۔۔ جس کسی نے بھی ہماری کتاب کا مطالعہ کیا ہوگا، وہ اندازہ کر سکتا ہے کہ: حضرت حسینؓ کی صحابیت سے کہیں بھی اِنکار نہیں کیا گیا۔۔۔۔۔۔ عمر کا ذکر تو ضمناً آ گیا تھا، اِس ذکر سے نفی صحابیت کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا۔ [ص: ۲۳، ۲۴......طبع جدید: ۸۵] پھر اسی صفحہ پر صرف آٹھ سطر کے بعد لکھتے ہیں: ''پس ان تصریحات سے جب حضرت حسینؓ کا وفات نبوی کے وقت چار پانچ سال کا ہونا ثابت ہے تو صحابیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چہ جائے کہ صحابیٔ جلیل ہونے کا۔'' ذرا دونوں جملوں کو آمنے سامنے رکھ کر دیکھیں!

(حضرت حسینؓ کی) عمر کا ذکر تو ضمناً آ گیا تھا، اِس ذکر سے نفی صحابیت کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا۔	حضرت حسینؓ کا وفات نبوی کے وقت چار پانچ سال کا ہونا ثابت ہے تو صحابیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یزیدی لوگ یزید کے دفاع کے ساتھ ذرا اَپنے اِس امام اور اس کے اس اعتقادی تضاد کا دفاع بھی کریں۔

(۲)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا، حضرات حسنین کے اہل بیت ہونے کا انکار:

حضرت علی المرتضیٰؓ، سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے اہلِ بیت ہونے کا انکار کرتے ہوئے محمود احمد عباسی صاحب لکھتے ہیں:

''عرض مولف (طبع سوئم) میں ضمناً بیان ہوا ہے کہ: سورۃ احزاب کا چوتھا رکوع اول سے آخر تک ازواجِ مطہرات نبی کریم علیہ وعلیہن الصلوۃ والتسلیم کی شان پاک میں نازل ہوا ہے جس سے کوئی صاحب عقل و ہوش انکار نہیں کر سکتا۔ (لہٰذا اہلِ بیت کا قرآن میں مصداق ازواج مطہرات ہی ہیں نہ کہ مذکورہ چار حضرات [ناقل])......اَب دیکھیئے ابن جریر طبری نے اپنی کتاب ''جامع البیان فی تفسیر القرآن'' کے جز ۲۲ ر ص: ۵ ر میں ایک دو نہیں اکٹھی

سترہ (۱۷) موضوع حدیثیں اس ثبوت میں درج کی ہیں کہ: یہ آیت حضرت علیؓ و فاطمہؓ وحسنؓ وحسینؓ کے بارے میں ہے۔ (یعنی ان کو بھی شامل ہے۔[ناقل])

پہلی حدیث کے الفاظ ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نزلت هذه الآیة في خمسة: فيّ وفي علي (رضی اللہ عنہ) و حسن (رضی اللہ عنہ) و حسین (رضی اللہ عنہ) و فاطمه (رضی اللہ عنہا)۔ اِس وضعی اور قطعاً جھوٹی حدیث کے آئینہ ہی میں علامہ ابن جریر طبری کی شیعیت کا جنہیں بعض سنیوں نے اپنا امام قرار دے رکھا ہے، صاف اور صحیح عکس دیکھا جا سکتا ہے۔''[طبع جدید: ۵۷۳] (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرات حسنینؓ کو اہل بیت ماننا شیعہ ہونے کی دلیل ہے۔)

''آیتِ مباہلہ کے تحت بھی مفسرین حضرات نے اِن حضرات کے اہل بیت ہونے کا ذکر کیا ہے، اس پر بھی محمود احمد عباسی صاحب کا غم وغصہ ملاحظہ کیجیے! فرماتے ہیں: ''آیت مباہلہ کے سلسلہ کی جملہ روایتیں شیعوں کی خود ساختہ ہیں، مگر خاصے پڑھے لکھے اہل سنت بھی ان کے زہریلے اثرات سے محفوظ نہ رہے، حتیٰ کہ دیوبندی حکیم الاسلام (حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ) نے جو مجموعہ خرافات (یعنی ''شہیدِ کربلا اور یزید'') اِس کتاب (محمود عباسی کی کتاب ''خلافتِ معاویہؓ ویزید'') کی تردید میں شائع کرایا ہے، جس کی شیعہ حلقوں میں خاص طور سے اشاعت بھی کی گئی ہے، اس میں انہی وضعی روایات کی آڑ لے کر نجرانی عیسائیوں کو حضرات حسنینؓ کی صحابیت کے ثبوت میں بطور شاہد یہ کہہ کر پیش کیا ہے کہ: اس نے حسنؓ وحسینؓ کے مبارک چہروں پر مقبولیت اور نورِ فطرت کا مشاہدہ کر لیا اور کفار بھی آثار مقبولیت ومحبوبیت کو دُور سے دیکھ کر پہچان لیتے تھے، جو اسی شرف صحبت کے آثار تھے۔ چنانچہ اس عیسائی کے منہ میں گھس کر ''حکیم الاسلام'' نے یہ الفاظ کہلوائے ہیں کہ: ''میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ سے پہاڑوں کو ٹل جانے کا سوال بھی کریں گے تو اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو ٹلا دے گا۔'' قصہ گوئی اور بات ہے اور واقعات تاریخی کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے سکنا دوسری چیز ہے، پہاڑوں کا ٹلا دینا تو درکنار حضرت حسینؓ کی شرطوں کے باوجود گورنر صوبہ عبیداللہ بن زیاد کا حکم بھی نہ ٹلایا جا سکا تھا۔''[خلافتِ معاویہ ویزید: ۴۴۴، ۴۴۶......طبع جدید: ۵۷۴، ۵۷۵]

مؤلف کتاب جناب عباسی صاحب طبع سوئم کے عرض مؤلف میں لکھتے ہیں: ''آپ کے مسکونہ گھروں میں نہ آپ کے چچا (عباسؓ) رہتے تھے نہ آپ کے داماد (علیؓ) نہ آپ کی بیٹی فاطمہؓ نہ ان کی اولاد (حسنؓ وحسینؓ)۔''[خلافت معاویہؓ ویزید ص ۲۹، طبع جدید: ۹۲] (لہٰذا اِس اعتبار سے بھی یہ حضرات اہل بیت نہیں ہو سکتے) آگے لکھتے ہیں: ''سیاسی غرض کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسبتی قرابتداروں کو اہل بیت میں شامل کرنے کے لیے حدیثیں وضع ہوئیں، ایک تو وہی ہے جس کا ذکر طیب صاحب (حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ) نے کیا ہے۔''[ص: ۳۰......طبع جدید: ۹۳] ''طیب صاحب کو شیعوں کی وضع کردہ روایتوں کو اپنے مقصد سے پیش کرنا ضروری تھا، اسی طرح متعدد حضرات نے تردیدی مضامین میں بیشتر اسی قسم کی وضعی روایتوں سے استدلال کیا ہے۔''[ص: ۳۲......جدید: ۹۶]۔ ''طیب صاحب نے (خلافتِ راشدہ) کی وضعی روایتوں سے تنقیص (کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت، خلافتِ راشدہ نہیں) کا جو پہلو نکالا ہے، تاریخی واقعات ان کی تکذیب کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد سیاسیات میں ناکام رہی، اس ناکامی کا اظہار تاریخی واقعات کے سلسلہ میں ان کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا گیا ہے، اس سے ان بزرگوں کی تنقیص کا الزام تراشنا نادانی ہے۔''[ص: ۲۷......طبع جدید: ۹۰]

(۳)۔ کتب حدیث مشکوک اور غیر معتبر:

موصوف محمود احمد عباسی لکھتے ہیں: ''پھر واقعہ کربلا اور فتنہ ابن زبیر وغیرہ کے بعد جب یہ دیکھا کہ سیاسی انتشار پیدا کرنے کے باوجود مسلمانوں کی دینی وحدت کا قلعہ اتنا مضبوط ہے کہ اس میں کوئی رخنہ نہیں پڑا، تو مناقب ومثالب کے علاوہ اختلافِ قرأت کی روایتیں، تفسیری روایتیں بنا بنا کر مشہور کرنے لگے۔ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز اُموی کو اِس فتنۂ رُوایات کا احساس ہوا، اُنہوں نے ابوبکر بن حزم کو جو والی مدینہ تھے، حکم دیا کہ صحیح روایتیں وحدیثیں جمع کریں۔ مگر جلد ہی امیر المؤمنین کی وفات ہوگئی اور ابوبکر بن حزم بھی عہدے سے معزول کر دیئے گئے۔ اس کے بعد سے تو ہر طرف جامعین احادیث کھڑے ہوگئے، یہاں تک کہ ائمہ صحاح ستہ نے اپنی اپنی کتابیں مدون کر لیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شیعہ، سنی، خارجی، معتزلی، قدریہ وغیرہ سب ملے جلے رہتے تھے، دینی بٹوارہ نہیں ہوا تھا، اِس لئے ہر فرقہ کے راویوں سے جو بظاہر حال ثقہ معلوم ہوتے تھے جامعین احادیث روایتیں لے لیا کرتے تھے۔

چنانچہ صحاح کی کتابوں میں شیعہ کی روایتوں کا حصہ رسدی بھی کافی موجود ہے۔ یہ سب حدیثیں جو ''اہل البیت'' سے متعلق ہیں، نیز فضائل علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ وحسینؓ میں مروی ہیں تمام تر نہیں تو اکثر و بیشتر شیعوں کی ہیں جو حصہ رسدی کی حیثیت سے سنیوں کی کتابوں میں آ گئی ہیں۔

بعض شیعہ مصنفین نے سنیت کا لبادہ اوڑھ کر تصانیف کیں۔ مثلاً حاکم صاحب المستدرک کہ ان کی کتاب کے تقریباً ہر صفحہ سے شیعیت نمایاں ہے، اس زمانہ میں جسے زمانۂ اجمال کہتے ہیں سنیت کی نمائش کرنا اُن کے لیے ضروری بھی تھا۔ چنانچہ فضائل ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی حدیثیں بھی درج کر دی ہیں۔ اسی طرح علامہ ابن جریر طبری ہیں، جن کے مسلکاً شیعہ ہونے کا ذکر پچھلے اوراق میں مجملاً ہو چکا ہے، اُن کی تفسیر اور تاریخ کی کتابوں کو سُنی اپنی کتابیں سمجھنے لگے اور ان کی مندرجہ روایتوں و حدیثوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔'' [طبع جدید: ۱۷۵، ۲۷۵]

(۴)۔ مدح و منقبت یزید:

اِن ناصبیوں، یزیدیوں کا مقصود ہے: یزید کی تعریف، منقبت اور مدح سرائی کر کے اس کو سیدنا معاویہؓ کے دِفاع کا نام دینا۔ چنانچہ بعض مبصرین نے کتاب ''خلافتِ معاویہؓ و یزید'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اور (امیر) یزید کے بارے میں جو وقیع معلومات محمود احمد عباسی نے پیش کی ہیں، وہ یقیناً امیر معاویہ کو اس الزام سے صاف بچالے جاتی ہیں کہ انہوں نے خلافت کو شہنشاہیت میں تبدیل کیا اور نااہل بیٹے کو ولی عہد بنا بیٹھے۔ [ص: ۳۵...... طبع جدید: ۱۰۱] ملاحظہ کیجیے!

۱۔ ''جن صحابہ کرام نے امیر المؤمنین یزید کی ولایت عہد اور پھر دس برس بعد ان کی خلافت پر اجماع کیا وہ کون تھے؟ سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار، سیدنا جابر بن عبداللہ، سیدنا انس بن مالک رضوان اللہ علیہم اور سینکڑوں دیگر صحابہ جن کے تذکرے اور تراجم راقم الحروف کی مبسوط کتاب میں درج ہیں۔ ان سب نے امیر المؤمنین یزید کی ولایت عہد کی منظوری دی اور جو ان کی خلافت کے وقت زندہ تھے انہوں نے ان کی خلافت و امامت کی تائید و توثیق کی۔ صرف دو حضرات (حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ) ان کے خلاف کھڑے ہوئے، صحابہ کرام نے ان حضرات کا ساتھ نہیں دیا اور ان کے اقدامات کو درست نہ سمجھا۔۔۔۔۔۔۔۔ اسلامی تاریخ میں اگر کوئی شخص ہے جس کا انتخاب بالکل پہلی بار امت کے عام استصواب سے ہوا تو وہ امیرا لمؤمنین یزید ہیں۔'' [خلافت معاویہؓ و یزید: ۳۷...... جدید: ۱۰۲، ۱۰۳]

۲۔ ''اب دیکھنا چاہئے کہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب امیر یزید کو ولی عہد مقرر فرمایا تو اپنی مرضی سے نہیں بلکہ صحابہ کرامؓ کے مشورے سے، پھر اس مشورہ کو جب آپ نے قبول فرما لیا تو دوبارہ اسے عالم اسلام کے نمائندہ وفود کے سامنے پیش کیا، لیکن ان کی اکثریت کے فیصلے کے باوجود مطمئن نہیں ہوئے جب تک کہ اہل مدینہ کی بھاری اکثریت نے تائید نہ کر دی، حالانکہ حضرت علیؓ کے وقت اہلِ مدینہ ارباب حل وعقد نہیں رہے تھے۔'' [ص: ۳۸...... طبع جدید: ۱۰۳]

۳۔ ''اُموی خلافت کے تقریباً آخر تک صحابہ کرامؓ کا دور تھا، امیر المومنین عبدالملک اور اُن کے بعد اگرچہ اُموی خلفاء طبقے کے اعتبار سے سب کے سب تابعی ہیں اور امیر المؤمنین یزید بھی، لیکن کاروبارِ خلافت صحابہ کرامؓ چلا رہے تھے، والیوں میں، امراء میں، عساکر میں، قضاۃ میں، اربابِ شوریٰ میں اور اصحاب تبلیغ و اشاعت میں ہر جگہ صحابہ کرام نظر آتے ہیں، یہ خلافت انہی کی خلافت تھی اور تمام اجتماعی نظام انہی کے ہاتھ میں تھا۔'' [ص: ۴۰...... جدید: ۱۰۶]

۴۔ ''یہی صحابہ و تابعین تھے جنہوں نے اپنی مرضی سے اپنی آزادی رائے سے بلا کسی جبر و اکراہ کے امیر المؤمنین یزید سے بیعت خلافت کی اور اس پر مستقیم رہے۔ ان عالم صاحب نے جن کا ذکر اوپر ہوا کہا ہے کہ: ''اگر حسینؓ و یزید کا الیکشن آزادانہ رائے سے ہوتا تو اول الذکر ہی کو ووٹ ملتے اور ثانی الذکر آخری شخص ہوتا جس کو رائے دی جاتی۔'' ان صاحب نے واقعات سے چشم پوشی کی ہے، الیکشن سے مراد اگر جمہورِ اُمت کی رائے معلوم کرنے سے ہے تو جیسا عرض کیا گیا مملکت اسلامی کے ہر ہر علاقے میں ان ہی کے نمائندگان کے ذریعے رائے معلوم کی گئی اور بلا کسی جبر و اکراہ کے معلوم کی گئی، وہ سب کی سب رائیں امیر یزید ہی کے حق میں تھیں۔ حضرت حسین کو نہ ولایت عہد کے وقت اور نہ بیعت خلافت کی توثیق کے وقت رائے عامہ کا کوئی قابل ذکر حصہ ملا اور نہ خود بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خاندانوں کے کسی فرد کا کوئی ووٹ حاصل ہوا۔۔۔۔۔ ان کے اپنے عزیزوں میں سے چند نوجوانوں کے علاوہ ان کے پندرہ بھائیوں میں صرف چار نے ان کا ساتھ دیا، ان کے گیارہ بھائیوں نے اقدام خروج سے اختلاف کیا اور باوجود دعوت کے کسی طرح ان کا ساتھ

نہ دیا۔‘‘[ص: ۴۳، ۴۳، ۴۳،۱۲۶......طبع جدید:۱۰۹]

۵۔’’مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ: سات سال متواتر رومیوں کے خلاف مسلمانوں کی بحری و بری جہادی سرگرمیاں جاری رہیں، جن میں امیر یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔‘‘[ص: ۴۷......طبع جدید: ۱۴۵]

۶۔(صحیح بخاری[کتاب الجہاد]اور صحیح مسلم[کتاب الامارة] کی)’’اِس حدیث میں جن دو اسلامی لشکروں کے غازیوں کے لیے وجوبِ جنت و مغفرت کی پیش گوئی لسان نبوی سے ہوئی، اُن میں پہلا اسلامی جیش حضرت معاویہؓ کی قیادت میں تھا اور دوسرا اُن کے فرزند امیر یزید کی سرکردگی میں۔ امیر یزید کی اس فوج میں جیسا کہ ابھی ذکر ہوا بڑے بڑے صحابہ کرامؓ یعنی حضرت ابوایوب انصاریؓ میزبان رسول، نیز عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ کے علاوہ ابن زبیرؓ اور حسینؓ بن علیؓ بھی شامل تھے۔۔۔۔۔اس جہاد کے دوران حضرت ابوایوب انصاری کی وفات ہوئی۔۔۔۔۔جب آپ کا آخری وقت آ پہنچا تو آپ نے امیر عساکر امیر یزید کو وصیت کی کہ میرا جنازہ سرزمین عدو میں جتنی دور لے جاسکو لے جا کر دفن کرنا، مسلمانوں کو میرا اسلام پہنچانا اور یہ حدیث سنانا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہے، ارشاد مبارک ہے: (یعنی جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرتا تھا، اللہ اسے جنت نصیب کریں گے۔) امیر یزید نے ان محترم صحابی (میزبان رسول) کی نماز جنازہ پڑھائی اور حسب وصیت قسطنطنیہ کی فصیل کے پاس دفن کیا۔‘‘[ص: ۶۷، ۶۷......طبع جدید: ۱۴۶، ۱۴۷]

۷۔’’امیر یزید نے تین مرتبہ امیر حج کی حیثیت سے حج کیا اور لوگوں کو حج کرایا یعنی ۵۱ء، ۵۲ء، ۵۳ء میں۔۔۔۔۔مذہبی و سیاسی دونوں حیثیتوں سے منصب امارتِ حج منصبِ جلیل تھا۔‘‘[ص: ۸۱......طبع جدید: ۱۵۱]

۸۔حضرت مغیرہ بن شعبہؓ۔۔۔۔۔نے امیر المؤمنین کے لائق فرزند کا نام پیش کیا۔ جہاں تک یزید کی اہلیت و قابلیت کا سوال ہے، اُن کے عہد میں سب کے نزدیک مسلّم تھی۔۔۔۔۔اس تحریک پر غور کرنے کے لیے آپ (حضرت معاویہؓ) نے یہ شرط رکھی تھی کہ تمام ولایتوں کے نمائندے جمع ہوں اور بحث کر کے اپنا متفقہ فیصلہ دیں۔ یہ اجتماع ہوا، جس میں ہر خیال کی نمائندگی تھی۔ امام ابن قتیبہ کی طرف جو کتاب غلط منسوب ہے، یعنی’’الامامة والسیاسة‘‘ اس میں بھی یہ تفصیلات ملتی ہیں۔ بھاری اکثریت کا فیصلہ تھا کہ امیر یزید ہی کو ولی عہد المسلمین بنایا جائے۔۔۔۔۔بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ: حضرت معاویہؓ نے یہ سفر (سفر حج) ہی اِس لیے اختیار کیا کہ حج و زیارت کے موقع پر اس مسئلہ میں بھی یکسوئی حاصل کر لیں، سب لوگوں نے اس فیصلہ کا خیر مقدم کیا اور امت کے مصالح کے تحت اس کی منظوری دے دی۔ امیر المومنین یزید کو یہ شرف حاصل ہے کہ جیسا استصواب رائے ان کے لئے ہوا، اِس سے پہلے کسی کے لیے نہیں ہوا تھا اور اُن کی یہ سعادت ہے کہ جمہور اُمت نے نہایت خوش دلی سے اُن کی ولایت عہد کا استقبال کیا۔‘‘[ص: ۸۲، ۸۳، ۸۴......جدید: ۱۵۳، ۱۵۴]

۹۔’’راقم الحروف نے اپنی مبسوط تالیف میں ایسے ڈھائی سو صحابہ کرامؓ کا مختصر تذکرہ لکھا ہے جو امیر یزید کے ولایت عہد اور زمانہ خلافت بلکہ بعض اس کے بعد تک بقید حیات تھے اور ان میں سے کسی نے بھی مطلق کوئی اختلاف نہیں کیا تھا۔ ان جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں حضرت حسینؓ اور حضرت ابن الزبیرؓ کے اختلاف کا کیا مقام تھا؟۔۔۔۔۔کیا ان حضرات کا اجتہاد ایسا وقیع ہوسکتا ہے کہ اجلہ صحابہ کرام کے موقف پر غالب سمجھا جائے؟۔۔۔۔تمام صحابہ کرام ولی عہدی کے جواز پر متفق تھے اور اجماع جیسا کہ معلوم ہے کہ حجت شرعی ہے۔‘‘[ص: ۸۶، ۸۷......طبع جدید: ۱۵۷، ۱۵۸]

۱۰۔’’امیر یزید کی ولی عہدی کی اس بیعت سے پہلے کبھی اس اہتمام سے بیعت نہیں لی گئی تھی کہ مملکت اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے بیعت کے لیے وفود آتے ہوں اور ہر علاقہ کے لوگوں نے بطیب خاطر اس طرح ایسے قریشی نوجوان کی بیعت کی ہو جو اپنی صلاحیتوں اور خدمات ملیہ کے کارہائے نمایاں کی وجہ سے ملت کا محبوب تھا، ہم عصر حضرات کو جن میں کثیر تعداد صحابہ کرام اور تابعین کرام کی شامل تھی، امیر یزید کی سیرت اور کردار میں کوئی خامی ایسی نظر نہ آتی تھی جس کی وجہ سے عقد بیعت خلافت ناجائز ہو جائے یا بعد بیعت ان کے خلاف خروج و مخالفت کا جواز نکالا جا سکے۔‘‘[ص: ۸۹......جدید: ۱۶۱]

۱۱۔یزید کی منقبت اور کمالات بیان کرنے کے لیے عباسی صاحب نے مختلف عنوانات قائم کیے ہیں: یزید کی علمی مجالس، بعض اجلہ صحابہ کرام سے روایت حدیث، اجلہ صحابہ کرام کے صحبت و تربیت یافتہ، خطبات جمعہ وعیدین، بوجہ خطابت لقب الخطیب الاشرق، خصائل محمودہ، علم و فضل، تقویٰ و پرہیز

گاری، پابندی صوم وصلوٰۃ، امیر یزید حددرجہ کریم النفس، سلیم الطبع، سنجیدہ ومتین، حکمرانی وفرمانروائی سے مقصد امیر یزید کے نزدیک خدمت خلق تھا اور اس خدمت خلق کا آئیڈیل ومطمع نظر امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عادلانہ صالح حکومت وسیاست تھی۔ امیر یزید کو صرف حکومت وسیاسی امور میں ہی حضرت فاروق اعظمؓ کی پیروی کا اہتمام نہ تھا، بلکہ طرز معاشرت میں بھی ان کی پیروی کرتے، زندگی حددرجہ سادہ تھی۔ امیز یزید کے ہم جلیس زہاد وعبادِ اُمت تھے، علماء وفضلاء تھے، طلاب وشیدائیان علم تھے ان ہی کا گھرانہ مسلمانوں کا پہلا گھرانہ ہے جہاں مختلف علوم کا جو اس زمانہ میں مدون ہو چکے تھے کتب خانہ قائم ہوا، امیر یزید کے فرزندوں میں کیسے کیسے فاضل اور صالح عالم تھے۔ [ص: ۹۲ تا ۱۰۲...... طبع جدید: ۱۶۲ تا ۱۷۳]

ہم نے بطورنمونہ کتاب ''خلافتِ معاویہ ویزید'' کے چند حوالے نقل کیے ہیں، مؤلف عباسی صاحب نے کتاب کے اخیر تک یزید کے جو فضائل و مناقب بیان کیے ہیں، وہ سب جمع کیے جائیں تو بہت طوالت ہو جائے گی۔ موصوف نے یزید کے علم، حلم، شجاعت، جودوسخا، پر بھی بہت کچھ لکھا ہے۔

۱۲۔ ''سیرت امیر یزید کا یہ مختصر تذکرہ اِس سلسلہ میں کیا گیا ہے کہ اُن کے کردار میں کوئی خامی ایسی نہ تھی کہ اُن کے خلاف خروج کا جواز نکالا جاسکتا۔ امیر موصوف کے بچپن سے وفات تک کے حالات آخری حصہ کتاب میں ملاحظہ ہوں۔'' [ص: ۱۱۲...... طبع جدید: ۱۸۲]

۱۳۔ (حضرت حسینؓ کے اقدام خروج کے وقت حجاز، شام، عراق، کوفہ، بصرہ، مصر میں صحابہ کرام کثیر تعداد میں موجود تھے۔) ''مگر ان میں سے کسی ایک صحابی نے بھی متفق علیہ خلیفہ کے خلاف خروج میں حضرت حسینؓ کا ساتھ کسی طرح نہ دیا۔۔۔۔۔ صحابہ کرامؓ کے اس موقف سے بالبداہت ثابت ہے کہ نظام خلافت یا کردار خلیفہ میں کوئی ایسی خرابی اور خامی نہ تھی جو خلافت کے خلاف خروج کو جائز قرار دے۔'' [ص: ۱۲۹، ۱۳۰...... طبع جدید: ۲۰۳، ۲۰۴]

۱۴۔ یزید خلیفہ راشد: ''جن اشخاص کو خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند اور منتخب فرمایا ہو، ان میں سے جو فرد بھی زمامِ خلافت ہاتھ میں لے یقیناً وہ خلیفہ راشد ہے، اور اس کی خلافت ''خلافتِ راشدہ'' ہے۔ پھر آپ ہی کی پیشین گوئی کے اعتبار سے حضرت معاویہؓ اور ان کے فرزند امیر یزید بارہ خلفا کے زمرہ میں شامل ہیں۔ سیاسی اختلافات اپنی جگہ اور نظام خلافت اپنی جگہ۔ ملت میں سوائے خلیفہ وقت کے نہ کوئی دوسرا امیر المؤمنین ہو سکتا ہے اور نہ امام۔'' [طبع جدید: ۵۲۶، ۵۲۷]

۱۵۔ ''مملکت کے تمام صوبوں اور صوبوں کے تمام مقامات پر خلیفہ یزید کی بیعت مکمل ومؤکد ہو گئی تھی، جس پر پورے چھ ماہ کی مدت بھی گزر چکی تھی۔ سینکڑوں صحابہ کرامؓ جن میں بدری صحابہ اور اصحاب بیعت الرضوان جیسی ہستیاں جو درجہ ومنزلت میں جناب حسینؓ سے بہت اونچی تھیں، اِس نوجوان و مجاہد (یزید) کی بطیّب خاطر بیعت کر چکی تھیں۔۔۔۔۔ ناپسند کرنے والوں میں ایک گروہ کوفیوں ہی کا تھا جنھوں نے آخر میں حضرت حسینؓ سے انحراف کیا تھا۔ باقی یہ دو بزرگوار تھے جو خود طالب خلافت تھے یعنی حسینؓ وابن زبیرؓ۔ ان کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر ہستی مخالف نہ تھی۔'' [ص: ۶۴ ۴...... طبع جدید: ۵۹۴]

(۵)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تنقیص وتوہین:

۱۔ ''واقعات تاریخ خود شاہد ہیں کہ سیاسی معاملات میں نہ حضرت علیؓ کامیاب ہو سکے نہ ان کی اولاد، برخلاف اُن کے سیدنا معاویہؓ نے اپنے لاثانی تدبر وفراست وحلم وکرم سے ملت کی بگڑی حالت سنوار دی۔'' [ص: ۲۷...... طبع جدید: ۸۹]

تاریخی واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ: ''حضرت علیؓ اور اُن کی اولاد سیاسیات میں ناکام رہی۔ اس ناکامی کا اظہار تاریخی واقعات کے سلسلہ میں ان کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ اس سے ان بزرگوں کی تنقیص کا الزام تراشنا نادانی ہے۔'' [ص: ۲۷...... طبع جدید: ۹۰]

۲۔ (حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے کے بعد) ''سبائی لیڈر مالک الاشتر اور اس کے ساتھی بلوائیوں نے جب حضرت علیؓ سے بیعت خلافت کرنی چاہی، تو ان کے چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباس نے منع کیا اور کہا کہ گھر میں بیٹھ رہیں یا اپنی جاگیر ینبوع چلے جائیں، بلوائیوں سے کوئی واسطہ نہ رکھیں، ورنہ خون عثمان کا الزام آپ پر لگ جائے گا۔۔۔۔۔ مگر افسوس حضرت موصوف نے اپنے بھائی کا مشورہ قبول نہ فرمایا (فأبی علی) اور بیعت لے لی۔ یہ بیعت چونکہ بلوائیوں اور قاتلوں کی تائید بلکہ اصرار سے ہوئی تھی اور یہ خلافت ہی حضرت عثمانؓ جیسے محبوب خلیفہ راشد کو ناحق قتل کر کے سبائی گروہ نے

اپنے اثر سے قائم کی تھی اور مالک الاشتر ہی پہلا شخص تھا جس نے سب سے اول بیعت کی تھی، ۔۔۔۔نیز قاتلین سے قصاص نہیں لیا گیا تھا جو شرعاً واجب تھا اور نہ قصاص لیے جانے کا امکان باقی رہا تھا۔ کیونکہ یہی سبائی بلوائی اور قاتل، نیز سبائی گروہ کا بانی عبداللہ بن سبا مبایعین میں نہ صرف شامل بلکہ سیاست وقت پر اثر انداز رہے۔ اکابر صحابہ کی اکثریت نے جو مدینہ میں موجود تھی بیعت کرنے سے گریز کیا، یعنی عبداللہ بن عمرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران، اسامہ بن زیدؓ، حسان بن ثابتؓ، کعب بن مالکؓ وغیرہ (۱۹/انیس صحابہ کرامؓ کے نام درج ہیں)۔ ان اکابر صحابہ اہل حل وعقد کو حضرت علیؓ کی ذات سے مخالفت نہ تھی اور نہ ان کے خلیفہ ہونے پر اعتراض تھا، یہ حضرات انتخاب و بیعت خلافت میں سبائی گروہ وقاتلین عثمان کی درانداز یوں کو مصالح ملیّہ کے خلاف سمجھتے تھے، اِس لیے اُمت کی بھاری اکثریت نے بیعت نہیں کی۔'' [ص: ۵۲، ۵۳......طبع جدید: ۱۲۱/تا ۱۲۳]

۳۔(قصاص عثمان نہ لینا) ''حضرت موصوف کی یہ خطائے اجتہادی تھی یا بے بسی اور مجبوری۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بخلاف حضرات خلفائے ثلاثہ جن کی بیعت پر تمام امت مجتمع تھی، اتحاد و اتفاق تھا، کفار کے مقابلہ میں جہادی سرگرمیاں تھیں، بڑے بڑے ملک فتح ہو کر مسلمانوں کے زیرِ تسلط آئے۔ مگر حضرت علیؓ کے زمانے میں نہ کوئی جہاد ہوا، نہ کوئی ملک فتح ہوا، نہ ملت ان کی بیعت وخلافت پر مجتمع ہوئی، آپس ہی میں تلواریں چلتی رہیں۔۔۔۔ دشمنان دین اور کفار سے تیغ آزمائی کرنے کے بجائے طلب وحصول خلافت کی غرض سے تلوار اٹھائی گئی تھی۔۔۔۔۔۔'' [طبع جدید: ۱۲۴]

''اس خیال کی تائید ایک آزاد نگار مستشرق کے بیان سے ہوتی ہے۔ دے خوئے نے اپنے مقالہ بعنوان ''خلافت'' میں کہا ہے کہ:

''حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ (حضرت) علی کو خلیفہ شہید کی جانشینی کا استحقاق واقعتاً حاصل نہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی واضح ہے کہ تقدس و پارسائی کا جذبہ تو ان کے اندر (طلب خلافت میں) کارفرما نہ تھا، بلکہ حصولِ اقتدار و حبِ جاہ کی ترغیب تھی۔ اِس لیے معاملہ فہم لوگوں نے اگرچہ وہ (حضرت) عثمان کے طرزِ حکمرانی کی مذمت کرتے تھے، علی کو ان کا جانشین تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔''

غرضیکہ شہادت عثمانؓ سے حالات نے نازک صورت اختیار کر لی، خلافت علی منہاج النبوۃ کا خاتمہ ہو گیا۔۔۔۔ باوجود اوصافِ خلافتِ خاصہ رکھنے کے حضرت علیؓ کی خلافت قائم نہ ہو سکی اور نہ ان کا حکم نافذ ہوا۔۔۔۔ یہاں تک کہ آخری ایام میں سوائے کوفہ اور اس کے آس پاس (اور کہیں) اُن کی حکومت کا ٹھکانہ نہ رہا۔'' [ص: ۵۴، ۵۵، ۵۶......طبع جدید: ۱۲۵، ۱۲۶]

۴۔''طالبین قصاص کے بصرہ کو روانگی کی خبر سن کر حضرت علیؓ نے ان کے مقابلے میں جانا چاہا، ابن سبا اور اس کی پارٹی ان کے ساتھ لگی رہی، اکابر صحابہؓ نے اس اقدام کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے سواری کی لگام پکڑ لی اور کہا: ۔۔۔۔ علیؓ! تم مدینہ رسول چھوڑ کر مت جاؤ! خدا کی قسم مدینہ چھوڑ کر چلے گئے تو پھر کبھی لوٹ کر نہ آؤ گے اور نہ مسلمانوں کی حکومت (خلافت) اِدھر کبھی پلٹے گی۔ (یعنی مدینہ مستقر خلافت نہ رہے گا۔) سبائیوں نے ان کو سب وشتم کیا، حضرت علیؓ نے کہا: اِن کو چھوڑو، الگ رہو، یہ اصحاب محمدؐ میں اچھے شخص ہیں۔ یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گئے، یہاں تک کہ مقام ربذہ میں پہنچ گئے۔ حضرت حسنؓ بھی اپنے والد ماجد کے مستقر خلافت چھوڑنے کے خلاف تھے، اس وقت تو وہ ان کے ساتھ نہ گئے، بعد میں اسی مقام ربذہ میں آکر ملے اور اپنے والد ماجد سے شکایت کی کہ میرا کوئی مشورہ آپ نے نہ مانا، بلکہ اس کے خلاف کیا، میں نے عرض کیا تھا کہ جب تک تمام ولایتوں کے وفود نہ آجائیں اور وہاں کے لوگ بیعت نہ کرلیں اپنی بیعت نہ کیجیے۔ حضرت علیؓ نے جواباً کہا کہ: انتخابِ خلیفہ کا حق اہلِ مدینہ کا ہے (طبری) ان کا اور ان کے ساتھیوں کا یہی موقف تھا کہ مدینہ میں جب بیعت خلافت ہو چکی تو اب سب کو بیعت میں داخل ہو جانا چاہیے۔ پھر مرکز کو مضبوط کر کے داخلی فتنوں کا سدِ باب ہو سکتا ہے۔ دوسرے مسلمانوں کا جن میں اکابر صحابہ کی ایک جماعت شامل تھی، یہ قول تھا کہ: ۔۔۔۔۔ ہم علی کی خلافت کو تسلیم کرلیں گے بشرطیکہ وہ باغیوں اور قاتلوں سے تبرا (براءت) کر دیں اور ہمارے ساتھ ہو کر قصاص لیں۔ نظام خلافت کی حرمت ہرگز باقی نہیں رہ سکتی اگر قاتلین کو بغیر قصاص لیے چھوڑ دیا جائے۔۔۔۔۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ باغیوں کی جماعت پر ہمیں قدرت حاصل نہیں۔'' [ص: ۵۷، ۵۸...... طبع جدید: ۱۲۷، ۱۲۸]

۵۔''حضرت علیؓ کو بھی ثالثی کے تقرر کے ساتھ ہی اس کا بخوبی احساس ہو گیا تھا کہ اب وہ منصبِ خلافت پر قائم نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ قاتلین عثمانؓ سے حضرت علیؓ باوجود قدرت کے قصاص نہ لے سکے تھے اور ان میں سے بعض کو عہدے بھی دے دیئے تھے۔ جس سے انہوں نے اپنی پوزیشن کو مشتبہ کر لیا تھا۔۔۔۔ ثالثوں نے اتفاق رائے سے حضرت علیؓ کو منصبِ خلافت سے معزول کر کے نئے خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ ارباب حل وعقد کے مشورہ پر

منحصر کیا اور یہ قرار دیا کہ جب تک انتخاب خلیفہ کی کاروائی مکمل نہ ہو فریقین اپنے اپنے مقبوضہ علاقہ پر قائم رہیں۔لیکن صفین کی واپسی کے بعد سے حضرت علیؓ اپنی ہی پارٹی کے ایک گروہ (خوارج) سے قتال وجدال میں اُلجھ گئے، تا آنکہ ان ہی میں سے ایک خارجی عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت ممدوح کو زہر آلود خنجر سے مجروح کر دیا۔'' [ص: ۶۲، ۶۳ ...... طبع جدید: ۱۳۳، ۱۳۴]

۶۔''حضرت علیؓ کی بیعت مکمل نہیں ہوئی تھی، اُمت کی بہت بڑی اکثریت اُن کی بیعت میں داخل نہیں تھی، اُن کے خلاف جو حضرات کھڑے ہوئے تھے وہ بڑی جمعیت رکھتے تھے، اُن کے قبضے میں ملک تھے اور لاکھوں انسانوں کی حمایت انہیں حاصل تھی، پھر ایسا خلیفہ جسے جمہور کی حمایت حاصل نہ ہو، جب شرعاً اس کا مجاز ہے کہ اپنے مخالفوں کے خلاف تلوار اُٹھائے تو امیر المؤمنین یزید جو متفق علیہ خلیفہ تھے، جن کا پرچم تمام عالم اسلام پر لہراتا تھا، جن کی بیعت میں سینکڑوں صحابہ کرام خصوصاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ نیز حضرت حسینؓ کے بھائی محمد بن علی (ابن حنفیہؒ) جیسی مقتدر ومقدس ہستیاں داخل تھیں، وہ اس کے مجاز کیوں نہیں کہ اپنے خلاف خروج کرنے والوں کا مقابلہ کریں؟ حضرت علی المرتضیٰؓ کی تلوار اگر حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ زوجہ مطہرہ حبیبہ رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے خلاف بے نیام ہوسکتی ہے اور اس ہودج پر تیر برسائے جاسکتے ہیں جس میں تمام اُمت کی ماں تشریف فرما ہو اور ماں بھی وہ جو حجت دینیہ کے تحت میدان میں آئی ہو، تو حضرت حسینؓ کے خلاف تلوار کیوں نہیں اُٹھائی جاسکتی جن کی دعوت محض یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ اور حضرت علیؓ کا فرزند ہونے کی حیثیت سے خلیفہ انہیں بنایا جائے۔ باوجود اس کے اُن کے خلاف شروع سے متشددانہ کاروائی نہیں کی گئی، حالانکہ اصولاً یہ مطالبہ ایسا تھا کہ نہ کتاب اللہ سے اس کی کوئی سند پیش کی جاسکتی ہے، نہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، نہ تعامل خلفائے راشدین اور نہ عزائم آل البیت سے۔ یہی وجہ ہے کہ امت اس نظریہ پر مجتمع نہیں ہوئی، بلکہ کسی درجہ میں بھی اسے قابل اعتناء نہیں سمجھا۔'' [ص: ۲۰۳۔ جدید: ۲۸۹]

۷۔''حضرت حسین صلح ومصالحت سے متفق نہ تھے، انہوں نے اپنے بھائی سے بحث ومباحثہ کیا، لیکن حضرت حسنؓ نے چھوٹے بھائی کو جھڑک دیا اور کہا: تم چپ رہو، میں اس معاملہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔'' [ص: ۶۶ ...... طبع جدید: ۱۳۷، ۵۸۱]

۸۔''حضرت حسینؓ نے حضرت معاویہؓ سے بیعت بہ مجبوری وبکراہت کی تھی، حصول خلافت وحکومت کے لیے موقع مناسب کے منتظر تھے اور حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد ان کو لامحالہ اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے کھڑا ہونا تھا۔'' [ص: ۶۸ ...... طبع جدید: ۱۳۹، ۵۸۱]

۹۔''یہ مکاتیب بیّن ثبوت ہیں عراقی سبائیوں کی ریشہ دوانیوں کے جو انہوں نے حضرت حسینؓ کو حصول خلافت پر آمادہ کرنے کے لیے شروع کیں اور یہ خطوط جو شیعہ مؤرخین نے درج کیے ہیں مسکت ثبوت ہیں اس بات کا کہ حضرت حسینؓ کا اقدام محض سیاسی اقتدار کے حصول کے لیے تھا۔'' [ص: ۱۲۲ ...... طبع جدید: ۱۹۴] ''مدینہ منورہ میں جب امیر المومنین (یزید) کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکائی گئی تو انہوں نے (یعنی محمد بن الحنفیہ نے) سختی سے اس کی مخالفت کی۔'' [ص: ۱۲۶ ...... طبع جدید: ۲۰۰] ''بلاذری نے اپنی مشہور تالیف ''انساب الاشراف'' (جلد ۳) میں باغیوں کے ایک وفد کے مکالمے کو جو حضرت ابن الحنفیہؒ سے ہوا تھا بیان کیا ہے۔'' [ص: ۱۲۶ ...... طبع جدید: ۲۰۰] ''محمد بن الحنفیہؒ کا امیر یزید سے بیعت کرنا، اس پر مستقیم رہنا، ۔۔۔ اُن (حضرت حسینؓ) کے بار بار اصرار کرنے کے باوجود نہ خود ساتھ دینا اور نہ اپنے فرزندوں میں سے کسی کو بھی ان کے ساتھ جانے دینا آخر کس بات کا ثبوت ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ دیگر تمام صحابہ کرام کی طرح اس خروج کو طلب حکومت وخلافت کا ایسا سیاسی مسئلہ سمجھتے تھے جو مقتضیات زمانہ اور احکام شرع کے اعتبار سے جائز اور مناسب نہ تھا۔'' [ص: ۱۲۸ ...... طبع جدید: ۲۰۲] ''ظاہر ہے کہ حضرت حسینؓ کے یہ بھائی بھی ان کے خروج کو طلب حکومت وخلافت ہی کا ایسا اقدام سمجھتے تھے جو کسی طرح جائز ومناسب نہ تھا۔'' [ص: ۱۲۹ ...... طبع جدید: ۲۰۳] ''جب عبداللہ بن زبیر کے والیوں اور ایجنٹوں نے امیر یزید کے خلاف مدینہ میں بغاوت کی آگ کے شعلے ۔۔۔ بھڑکائے ۔۔۔۔۔۔ عباسیوں، جعفریوں، عقیلیوں، علویوں نے بشمول اولادِ حسنؓ وحسینؓ نے نہ صرف اس بغاوت سے مطلقاً علیحدگی اختیار کی، بلکہ امیر یزید کی بیعت پر مستقیم رہے۔'' ۔۔۔۔ ''عبداللہ بن عمرؓ بھی خلیفہ یزید کی بیعت پر قائم رہے اور بغاوت سے علیحدہ رہے، علیحدگی کی تاکید کی تھی۔ [ص: ۱۳۴ ...... طبع جدید: ۲۰۹، ۲۱۰] ''حضرت حسینؓ کا امیر یزید سے بیعت نہ کرنا اور کوفی سبائیوں کی دعوت پر خروج کا اقدام'' [ص: ۱۳۶ ...... طبع جدید: ۲۱۱] ''اپنی دانست میں حضرت حسینؓ خلافت کا اپنے آپ کو زیادہ مستحق سمجھتے تھے اور اپنا ''حق'' لینا اپنے اوپر واجب کر چکے تھے۔'' [ص: ۱۶۴ ...... طبع جدید: ۲۷۹] ''حسینؓ کے دور اندیش دوستوں نے لاکھ منت سماجت کی کہ ایسی خطرناک مہم کے اندر ناعاقبت اندیشانہ اپنے کو جوکھم میں نہ ڈالیں ۔۔۔۔ مگر حسینؓ نے حبِ جاہ کی مہلک ترغیبات پر کان دھرنے کو ترجیح دی۔''

[ص:۱۶۵......طبع جدید:۲۸۰]

۱۰۔''گورنر عبیداللہ بن زیاد اور دوسرے افسروں نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوئی غلط کارروائی نہیں کی تھی، اِسی وجہ سے اُن سے نہ کوئی باز پرس ہوئی اور نہ ہونی چاہئے تھی۔اُس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ عراقی اور کوفی سب حکومت کے ساتھ تھے اور بیعتِ خلیفہ میں منسلک معدودے چند سر پھرے جو بغاوت کے سرغنہ تھے، غائب و خاسر زاویہ خمول میں جا بیٹھے تھے۔مملکت کے تمام صوبوں اور صوبوں کے تمام مقامات پر خلیفہ یزید کی بیعت مکمل ومؤکد ہوگئی تھی، جس پر پورے چھ ماہ کی مدت بھی گزر چکی تھی۔سینکڑوں صحابہ کرامؓ جن میں بدری صحابہ اور اصحاب بیعت الرضوان جیسی ہستیاں جو درجہ و منزلت میں جناب حسینؓ سے بہت اونچی تھیں، اِس نوجوان (یزید) ومجاہد کی بطیب خاطر بیعت کر چکی تھیں۔۔۔۔۔ناپسند کرنے والوں میں ایک گروہ تو ان کوفیوں ہی کا تھا جنھوں نے آخر میں حضرت حسینؓ سے انحراف کیا تھا۔باقی یہ دو بزرگوار تھے جو خود طالبِ خلافت تھے یعنی حسینؓ وابن زبیرؓ۔ان کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر ہستی مخالف نہ تھی۔''[ص:۶۳، ۶۴، ۶۴......طبع جدید:۵۹۳، ۵۹۴]

۱۱۔''حضرت حسنؓ ہمیشہ جتھہ بندی سے علیحدہ رہے اور صلح و مصالحت کے کوشاں۔برخلاف اِس کے اُن کے چھوٹے بھائی کے بچپن کا بھی ایک واقعہ خود ان ہی کی زبانی،۔۔۔۔۔حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ:ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ اپنے زمانہ خلافت میں جب مسجد نبوی کے منبر پر خطبہ دینے کھڑے ہوئے ہیں، میں نے اُن سے کہا:آپ میرے نانا جان کے منبر سے اُتر جائیے اور اپنے باپ کے منبر پر چلے جائیے!۔۔۔۔۔اُنہوں نے فرمایا کہ:میرے باپ کا تو کوئی منبر ہی نہیں ہے۔پھر اُنہوں نے مجھ کو اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔اور خطبہ تمام کرنے کے بعد جب منبر سے اُتر آئے اور اپنے گھر جانے لگے مجھے بھی ساتھ لیتے گئے اور مجھ سے دریافت کیا کہ:اے بیٹے!یہ تو بتلاؤ کہ یہ بات تمہیں کس نے سکھلائی تھی؟میں نے عرض کیا:کسی نے بھی نہیں سکھائی۔''[ص:۱۳۲......طبع جدید:۲۱۲]

۱۲۔جوانی کا واقعہ:''صوبہ یمن سے (جو مال عاملِ یمن نے خلیفہ کو بھیجا) معاویہؓ کے پاس جا رہا تھا، جب (قافلہ) مدینہ سے گزرا، حسین بن علیؓ نے اس پر قبضہ کر لیا اور اپنے عزیزوں اور موالی میں تقسیم کر دیا اور معاویہؓ کو خط کے ذریعہ اطلاع کر دی۔''[طبع جدید:۲۱۳]

۱۳۔''حضرت علیؓ نے چونکہ مدینہ چھوڑ کر کوفہ کو اپنا مستقر بنا لیا تھا، اس لیے اپنے ایام میں نہ کوئی حج کیا اور نہ کبھی امیر حج کے فرائض ادا کیے اور نہ ان کی اولاد و اخلاف نے۔۔۔۔۔امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ نے بروایت مختلفہ دو مرتبہ امیر حج کے فرائض ادا کیے۔۔۔۔۔پھر ان کے نائبین میں سے ان لائق فرزند امیر یزید تین سال متواتر امیر حج رہے۔ان تین سالوں میں سے آخری سال جب امیر حج کی حیثیت سے امیر یزید دمشق سے حجاز آئے تو انہوں نے حضرت حسینؓ کی بھتیجی یعنی حضرت عبداللہ بن جعفر الطیار کی نور دیدہ سیدہ اُم محمد سے نکاح کیا۔''[ص:۸۱، ۸۲......طبع جدید:۱۵۲]

(۲)۔اطاعت امیر و ممانعت خروج:

محمود احمد عباسی نے''اطاعتِ امیر و ممانعتِ خروج''عنوان قائم کر کے لکھا ہے:''اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ امیر (اولی الامر) کی اطاعت واجب کی گئی۔۔۔۔۔اس کی اطاعت کرنا اور حکم ماننا واجب و لازم کیا گیا۔۔۔۔۔شارع علیہ السلام نے۔۔۔۔۔امیر المؤمنین و حاکم وقت کے خلاف خروج و مخالفت کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔۔۔۔۔(رسول اللہ کا ارشاد ہے:) اگر کوئی شخص اِس امت کے سیاسی نظام میں اختلال پیدا کرنا چاہے اور امت متفق ہو چکی ہو تو تلوار سے اُس کی گردن اُڑا دو، خواہ وہ کوئی ہو۔۔۔۔۔۔(شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:) جب کسی شخص کے لیے بیعت منعقد ہو جائے اور اُس کی حکومت قائم ہو جائے، پھر اگر کوئی دوسرا شخص اس پر خروج کرے اور اس پر قتال کرے تو چاہیے کہ اس دوسرے کو قتل کر دیں، خواہ وہ افضل ہو یا مساوی یا کمتر۔''[طبع جدید:۱۸۳/تا۱۸۵]

محمود احمد عباسی کی تحریرات سامنے رکھیں تو درج ذیل مقدمات سامنے آتے ہیں:

۱۔محمود عباسی نے یہ دعویٰ کیا کہ:یزید متفق علیہ اور بالاجماع خلیفہ برحق تھا۔بلکہ خلیفہ راشد تھا۔[طبع جدید:۱۰۲، ۱۵۸، ۵۲۷، ۵۹۳]]

۲۔یہ بھی کہا کہ:بیعتِ خلافت سے پہلے یا بعد یزید میں کوئی ایسی خرابی یا خامی نہیں تھی جس کی وجہ سے اُس کے خلاف خروج جائز ہو۔

[طبع جدید:۱۶۱، ۱۸۳، ۲۰۴، ۲۱۸]

۳۔نیز یہ عنوان بھی قائم کیا کہ:امیر کی اطاعت واجب ہے۔اور اُس کے خلاف خروج ناجائز ہے۔[طبع جدید:۱۸۳]

۴-اور یہ بھی کہ: ایک شخص خلیفہ منتخب ہو جائے پھر دوسرا کوئی شخص خلافت کی طلب میں اُٹھ کھڑا ہو تو حکم نبوی یہ ہے کہ اُسے قتل کر دیا جائے۔

[طبع جدید: ۱۸۵]

۵-اور بار بار یہ بھی لکھا کہ: (نعوذ باللہ) حضرت حسینؓ طالب حکومت تھے، ان میں حبِ جاہ اور حصولِ اقتدار کا جذبہ تھا۔

[طبع جدید: ۱۹۴، ۲۰۲، ۲۷۹، ۲۸۹، ۵۸۱، ۵۹۴]

۶-اور یہ بھی کہا کہ: جب یزید متفق علیہ اور بالا جماع خلیفہ بن چکا تھا، اس کے بعد حضرت حسینؓ وغیرہ صحابہؓ نے اُس کے خلاف خروج کیا۔

[ایضاً]

۷-حضرت حسینؓ وابن زبیرؓ اور دیگر صحابہؓ کے یزید کے خلاف اقدامات کو عباسی علیہ ماعلیہ نے بار بار ''بغاوت'' کے عنوان سے ذکر کیا۔

[دیکھیے: نمبر ۹]

محمود عباسی کے قائم کردہ اِن تمام مقدمات کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ: حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور جن صحابہ کرامؓ وتابعین نے ان کا ساتھ دیا وہ سب باغی اور واجب القتل تھے۔ جب وہ واجب القتل تھے تو پھر وہ ''قتل'' ہوئے ''شہید'' نہ ہوئے۔ گویا اُن کے مرتبہ ''شہادت'' کے بھی منکر ہیں۔

اکثر ناصبیوں اور یزیدیوں کا یہی مسلک ہے کہ وہ اِن حضرات کو ''شہید'' نہیں سمجھتے۔ بلکہ باغی، واجب القتل سمجھتے ہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ کوئی ناصبی اپنا یہ مسلک دِل میں چھپا کر رکھتا ہے، کوئی قلم وزبان سے ظاہر کر دیتا ہے، کوئی دبے لفظوں اور کوئی کھلے لفظوں۔

(۷)-حب یزید میں تین اصحاب رسول کی گستاخی:

بعض لوگوں نے یزید کے دِفاع کے لیے یہ عنوان اختیار کیا کہ: ''وہ صحابی زادہ ہے۔'' اِس پر مولانا اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ: جب نبی کا بیٹا بگڑ سکتا ہے تو صحابی کے بیٹے کا بگڑنا بھی ممکن ہے۔ اِس پر ابو ریحان عبدالغفور برہم ہوگئے، چنانچہ حضرت اوکاڑویؒ ابو ریحان کے نام جوابی مکتوب میں لکھتے ہیں:

''میں نے عرض کیا تھا کہ: جب نوح علیہ السلام کا لڑکا بگڑ سکتا ہے تو صحابی زادہ کا بگاڑ بھی ممکن ہے، جب یزید کا فسق تواتر معنوی سے ثابت ہے تو صحابی زادہ ہونا اس کو کیا مفید ہوگا؟'' بس اس پر تو جناب (ابو ریحان عبدالغفور) کپڑوں سے باہر ہوگئے اور ناصبی نوحہ خوانی میں پوری مجلس پڑھ دی کہ علی زادہؓ کیوں خطا نہیں کر سکتا، زبیر زادہؓ سے غلطی کیوں نہیں ہو سکتی، حنظلہ زادہؓ کیوں بھول چوک نہیں کر سکتا''۔ ناصبی صاحب! غصہ اور جہالت تھوک کر دیکھیں یہ تینوں صرف صاحبزادے ہی نہیں بلکہ خود بھی صحابی ہیں، علی زادہؓ تو نوجوانان جنت کا سردار ہے، زبیر زادہؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی اور صدیق کا نواسہ ہے جس کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پھیرا، جس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائے برکت فرمائی، جن کے پیٹ میں سب سے پہلی چیز جو پہنچی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب مبارک تھا، جو ہجرت کے بعد اسلام میں پہلے مولود تھے، جو شہیدِ مظلوم تھے۔ حنظلہ زادہؓ صحابی ہونے کے ساتھ اہل مدینہ صحابہ وتابعین رحمہم اللہ کے معتمد امیر تھے۔ افسوس کہ یزید کی محبت نے تجھے کسی کا نہ چھوڑا۔''

[تجلیات صفدر: ۱/ ۵۷۸، کھلا خط بنام ابو ریحان عبدالغفور]

(۸)-اکابر سے دشمنی:

حضرت اوکاڑویؒ لکھتے ہیں: ''میں نے اکابر اہل سنت کا موقف عرض کر دیا تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اہل باطل کا پہلا قدم: ''اکابر سے بدگمانی'' اور دوسرا قدم: ''اکابر کے خلاف بدزبانی'' ہے۔ جناب نے دونوں قدم اٹھا لیے۔ پہلا مضحکہ خیز جواب تو یہ دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ جب فسق کی متواتر روایات کے مقابلہ میں محمد بن حنفیہ کی (بے سند) بات کو نہیں مانتے تو میں اکابر کی ان مستند تحریروں کو کیوں مانوں؟ جن کی بنیاد تواتر معنوی پر ہے۔ یزید بھی تڑپ گیا ہوگا کہ کیسا وکیل ملا کہ جس طرح یہود کے دلوں میں بچھڑے کی محبت رچ بس گئی تھی ایسے ہی میرے وکیل کے دل میں یزید ہی یزید رہ گیا ہے۔

دوسرے قدم میں تو ''بدزبانی'' میں اکابر اہل سنت پر یہ الزام لگا دیا کہ: ''عدلیہ کو صحابہ کے کفر ونفاق تک کا فیصلہ دینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی اور یہ سب فیض ہوگا اکابر کی تصریحات وارشادات کا۔'' [ص: ۳۶] وہ اکابر اہل سنت جو جان پر کھیل کر بھی عظمت صحابہ کے محافظ رہے، آج ناصبی

یہ کہہ رہا ہے کہ: ان کا فیض صحابہ کے کفر ونفاق کے سوا کیا ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عبدالغفور نے ملا باقر مجلسی کا قلم چھین لیا ہے، اکابرین کی تصریحات تو آپ نے نہیں لکھیں، لیکن اس تحریر میں یزید کو نہ صرف حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ، حضرت عبداللہؓ بن مطیع، حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بلکہ خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی بڑھا دیا اور حضرت عمر کا وارث بنا ڈالا۔'' [تجلیات صفدر: ۱/ ۵۷۸، کھلا خط بنام ابوریحان عبدالغفور]

(۹)۔خروج وبغاوت:

''عربی زبان کے یہ دونوں لفظ سرکشی ومقابلہ پر آجانے کے معنی میں عام طور پر مستعمل ہیں، خواہ یہ سرکشی حق کے مقابلہ میں ہو یا باطل کے۔ بلند ترین جذبہ حب وطنی وخدمت ملی کے تحت ہو یا پست ترین مطلب برآری کی غرض سے۔ رائج الوقت آئینی نظام کی اصلاح یا شکست آئین کے مقصد سے ہو یا اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے ہو۔ ایسے تمام اقدامات کو ''خروج'' ہی کہا گیا ہے۔ حضرت حسینؓ کا اقدام سیاسی انقلاب پیدا کر کے اپنی حکومت قائم کرنے کی غرض سے ہی تھا، اس لیے خروج ہی سے تعبیر کیا گیا ہے اور خود انہی کے عزیزوں، مخلص دوستوں اور صحابہ کرام نے ۔۔۔۔۔۔ ان کے اقدام کو خروج ہی کہا ہے ۔۔۔۔۔۔ یہ بات بھی واقعات سے ثابت ہے کہ سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی یہ خواہش ان کو عرصہ سے تھی، موقع مناسب کے منتظر تھے۔''

[خلافت معاویہ ویزید: ۴۵۱...... طبع جدید: ۵۸۱]

(۱۰)۔گورنر عبیداللہ بن زیاد نے کوئی غلط کاروائی نہیں کی۔

''حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد کوفی مفسدین کو تحریص وترغیب کا پھر موقع مل گیا۔ اس مضمون کی تحریرات بھیجنے لگے کہ اگر اس امر (خلافت) کے طلب کرنے کی آپ کو خواہش ہے تو ہمارے پاس پہنچ جایئے۔ ہم نے اپنی جانوں کو آپ کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ حضرت حسینؓ نے جواب میں لکھ بھیجا کہ: ''تم لوگ اس وقت تک اپنے گھروں میں چپ چاپ بیٹھے رہو جب تک یہ معاویہؓ زندہ ہیں، اگر ان کا وقت آگیا تو دیکھا جائے گا، تم بھی سوچنا اور ہم بھی سوچیں گے۔'' ۔۔۔۔ چنانچہ یہ وقت جب آگیا، سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی دیرینہ خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ گورنر مدینہ کو چکمہ دے کر اور سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق یہ اور ابن الزبیرؓ کہ دونوں بعد میں طالب خلافت ہوئے، مدینہ سے مکہ چلے آئے۔'' [ایضاً: ۴۵۲...... طبع جدید: ۵۸۲]

''گورنر عبیداللہ بن زیاد اور دوسرے افسروں نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوئی غلط کاروائی نہیں کی تھی، اِسی وجہ سے اُن سے نہ کوئی باز پُرس ہوئی اور نہ ہونی چاہیے تھی۔'' [ص: ۴۶۳...... طبع جدید: ۵۹۳]

شدت پسند، غالی دوگروہوں کا مسلک آپ کے سامنے آچکا، اب اہل السنۃ والجماعت کا مسلک اعتدال بھی ملاحظہ کیجیے۔

[۳]۔تیسرا گروہ: اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک اعتدال:

اہل السنۃ والجماعۃ نے رافضیوں کی طرح حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کی محبت کے غلو میں حضرت معاویہؓ کو العیاذ باللہ کافر یا فاسق قرار نہیں دیا، بلکہ ان کو وہ مقام دیا جو اَصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ ہے۔ وہ کاتب وحی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک دعا کے مطابق ہادی مہدی ہیں، **لهم مغفرة و اجر عظيم، اولئک هم الراشدون، اولئک هم المفلحون، رضی الله عنهم و رضوا عنه** کی سب بشارتیں ان کو نصیب ہیں۔ اور دیگر تمام صحابہ کی طرح حضرت معاویہؓ بھی وصفِ صحابیت میں یقیناً ''راشد'' ہیں۔

البتہ ''خلافتِ راشدہ'' ایک شرعی اصطلاح ہے، اس کے لیے بتحقیق حکیم العصر استاد جی مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ تین شرطیں ہیں: [۱] خلیفہ مہاجرین میں سے ہو۔ [۲] بغیر شرط وتعلیق کے مبشر بالجنہ باسمہ ہو۔ [۳] اور افضل فی زمانہ ہو۔ اور یہ شرطیں صرف خلفاء اربعہ میں پائی جاتی ہیں۔ اور حضرت معاویہؓ میں یہ شرطیں نہیں پائی جاتیں، اِس لیے خلفاء اربعہ کی خلافت، اصطلاحی معنی میں ''خلافتِ راشدہ'' ہے، جب کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت، خلافتِ عادلہ ہے، اصطلاحی خلافتِ راشدہ نہیں۔

اور جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک: یزید مسلمان ہے، نام لے کر یزید پر لعنت کرنا درست نہیں۔ البتہ یزید کے فسق پر جمہور اہل سنت کا اجماع ہے، بالخصوص اکابر علماء اہل سنت دیوبند کا۔ اور رَافضیوں کی طرح ہم یزید کے کفر کے قائل نہیں۔ اور ناصبیوں، یزیدیوں کی طرح یزید کی اتنی مدح

سرائی بھی نہیں کرتے کہ حضرت حسینؓ کے بارے میں بدگمانی، بدظنی اور العیاذ باللہ ان کے باغی اور واجب القتل ہونے کا غلیظ نظریہ بن جائے۔ نیز رافضیوں کی طرح ہم حضرت معاویہؓ کو یزید کے سلسلہ میں قصور وار نہیں ٹھہراتے، نہ ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قصور وار قرار دیتے ہیں، بلکہ ہم دونوں صحابیوں کا دفاع کرتے ہیں۔

اس کی تفصیل ماضی قریب کے محقق، مدقق، فن رجال کے ماہر، تمام باطل فرقوں کے لیے سیف بے نیام، عالم باعمل، ولی کامل، ترجمان اہل سنت دیوبند، معتدل مزاج، مناظر اعظم، استاذ المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کے ماہنامہ ''الخیر'' میں شائع شدہ چار مضامین میں بھی ہے جو ''تجلیات صفدر'' (جلد اول) میں بھی طبع ہو چکے ہیں۔ جن میں مولانا موصوف نے حضرت حسینؓ اور یزید کے مسئلہ میں ہر پہلو سے اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک اعتدال کو عام فہم انداز سے عقلی، نقلی دلائل کے ساتھ مدلل و محقق کر کے پیش کیا ہے اور علماء اہل سنت دیوبند کے مسلکِ اعتدال کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے مولانا محمد امینؒ کے روپ میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کی روح بول رہی ہے۔ ملاحظہ کیجیے اور مولانا مرحوم کو داد دیجیے اور دعا کیجیے!

(۲)...... خلاصہ مضامین اربعہ اور کورسز میں دروس، علمی مجالس اور بیانات کے افادات:

ماہنامہ ''الخیر'' اور ''تجلیاتِ صفدر'' [جلد اول: ۵۳۶ تا ۵۹۴] میں شائع شدہ چار مضامین کے عنوانات یہ ہیں:

۱۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

۲۔ کھلا خط بنام مولوی ضیاء الرحمن صدیقی ہزاروی، (متعلم: جامعہ خیر المدارس، ملتان)

۳۔ کھلا خط بنام ابوریحان عبدالغفور (سیالکوٹی)

۴۔ کھلا خط بنام (مولانا محمد امین اورکزئی) مہتمم: جامعہ یوسفیہ، شاہوادام، ہنگو ضلع کوہاٹ، محررہ: ۲۲ محرم، ۱۴۱۶ھ

ہم اِن مضامین اور حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے اِس سے متعلقہ دیگر اِفادات کا خلاصہ درج ذیل آٹھ (۸) عنوانات کے تحت بیان کریں گے:

۱۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ۔ ۲۔ احوالِ یزید ۳۔ چند شبہات کا ازالہ ۴۔ دِفاعِ سیدنا حسینؓ وہم نوا صحابہ کرامؓ

۵۔ صحابہ کرام کی دو جماعتوں کا دِفاع ۶۔ چند سوالات ۷۔ دِفاعِ خلیفہ عادل سیدنا معاویہؓ ۸۔ دفاعِ حسینؓ ودفاعِ معاویہؓ

[۱]۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

سب سے پہلے مولانا موصوف نے ''سیدنا حسینؓ'' کے عنوان سے مضمون لکھا، جس میں پہلے حضرت حسینؓ کا نسب مبارک، پھر سن پیدائش، صحابیتِ حضرت حسینؓ کو ثابت کیا اور حضرت حسینؓ کی روایت کردہ دو مرفوع حدیثیں نقل کیں۔ جب کہ محمود عباسی نے صحابیت کا انکار کیا ہے، نیز لکھا ہے کہ: ''آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت (حضرت حسینؓ) پانچ ساڑھے پانچ برس کے اتنے صغیر السن اور کم عمر تھے کہ ان کو اپنے مقدس اور ہادیٔ برحق نانا کے نہ حالات و معمولات کی کوئی بات یاد تھی نہ زبان مبارک سے سنا ہوا اِسلامی سیاست کے بارے میں آپؐ کا کوئی ارشاد'' [خلافت معاویہؓ...: ۱۴۴، جدید: ۲۲۰]

اس کے بعد حلیہ مبارک، پھر حضرت حسینؓ کی فضیلت کی چند احادیث مرفوعہ زیرِ عنوان: ''حضرت حسینؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں!'' جنت کی سرداری، صحابہ کرام کی نظر میں، اُمت کی نظر میں۔ اِس عنوان کے ذیل میں روافض اور غیر مقلدین کے حضرت حسینؓ کے متعلق توہین آمیز اَقوال کا رَد ہے۔ پھر ''حالاتِ زندگی'' کے عنوان کے تحت حضرت حسینؓ کے جناب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسبی و روحانی تعلق اور آپ کی عبادت و ریاضت، حضرت کے نصیحت آموز چند اشعار کا ترجمہ، دورِ فاروقی اور دورِ عثمانی میں آپ کی جہادی سرگرمیوں اور جہادی مہمات کا تذکرہ، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے موقع پر محافظ دستہ میں شامل ہو کر خدمات وقف کر دیں۔ خلیفہ مظلوم کی شہادت کے بعد دورِ علوی میں حضرت حسینؓ اپنے والد حضرت علیؓ کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، یہاں تک کہ جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں بھی شریک تھے۔

[۲]۔ احوال یزید:

یزید ۲۵ھ یا ۲۶ھ یا ۲۷ھ میں پیدا ہوا، بچپن سے ہی شوخ مزاج تھا، ایک دن حضرت معاویہؓ نے دیکھا کہ وہ ایک غلام کو پیٹ رہا ہے تو انہوں

نے ڈانٹا کہ تو اس کو مار رہا ہے جو تجھ سے بدلہ نہیں لے سکتا۔ اسی طرح عطاء بن السائب فرماتے ہیں کہ: حضرت معاویؓ یہ اپنے بیٹے پر اس قدر غضبناک ہوئے کہ اس سے قطع تعلق کر لیا، اس پر احنف بن قیسؒ نے حضرت معاویہ سے سفارش کی تو حضرت معاویہؓ یزید سے راضی ہوئے اور یزید کو ایک لاکھ درہم بھی دیئے، یزید نے پچاس ہزار درہم اور پچاس کپڑے احنف کو دیدیئے۔

یزید کی عملی زندگی:

یزید فسق و فجور کے کاموں میں مبتلا رہتا تھا تاریخی طور پر بڑے بڑے معتبر علماء کی تحقیق یہی ہے، چند شواہد ملاحظہ کیجیے!

۱۔ سید سلمان ندویؒ لکھتے ہیں: ''(حضرت) امیر معاویہؓ نے ۶۰ ھ میں وفات پائی اور ان کی بجائے یزید تخت نشین ہوا، اور یہی اسلام کے سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور روحانی ادبار و نکبت کی اولیں شب ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے متعدد روایتیں ہیں: مسند احمد میں ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ: ۶۰ ھ کے شروع ہونے سے اور لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگا کرو اور دنیا ختم نہ ہوگی کہ اس پر ایسے ویسے حکمران نہ ہولیں۔'' [سیرۃ النبی: ۳/ ۴۸۷]

۲۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں: ''رہی یہ بات کہ اس کے فسق و فجور کی روایات سب یکسر غلط ہیں، یہ دعویٰ مشکل ہے، جب کہ تاریخی روایات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کو رد کرنا جو بحد تواتر تقریباً پہنچ گئی ہوں، تاریخ سے کلیۃً اعتماد اٹھاتا ہے اور اگر یہ سب روایات اتنی کثرت کے باوجود رَد کی جاسکتی ہیں تو پھر یہی کونسی نص قطعی ہے کہ یزید اس لشکر میں شریک تھا، یہ بھی تاریخ ہی کی روایات ہیں، مخالف کو حق ہے کہ وہ اس کی بھی تغلیط کردے کہ یزید اس لشکر میں شریک تھا۔'' [معارفِ شیخ: ۱/ ۶۷]

۳۔ محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ فرماتے ہیں: **یزید لا ریب فی کونہ فاسقا**۔ [معارف السنن: ۲/ ۱۸]

۴۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: ملاحدہ اور زنادقہ کی زبان کب بند ہوسکتی ہے؟ کیا اِس دَور میں امام حسینؓ کی شہادت کو افسانہ نہیں بتایا گیا اور کہا گیا کہ واقعہ ہے ہی نہیں؟ اور کیا امام حسین کو باغی اور یزید بن معاویہ کو امیر المؤمنین اور خلیفہ برحق نہیں ثابت کیا گیا؟ [تقریظ بر تسکین الصدور: ۲۳، طبع دوم]

۵۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنے پیر کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ''ہر کہ بد گفت خواجہ مارا...... ہست او بے گماں یزید پلید۔'' [سواطع الالہام: ۱۰۳] (لیکن طبع جدید میں یہ شعر نکال دیا گیا ہے)۔

۶۔ حضرت امیرِ شریعتؒ نے اپنے ایک عدالتی بیان میں فرمایا کہ: ''کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید نہیں کہہ سکتا۔'' [مقدمات امیر شریعت: ۲۵]

۷۔ امیرِ شریعت نے ایک تقریر میں ارشاد فرمایا: ''حسینؓ جو لوائے حق کو اونچا کر رہا تھا، اس کے ساتھ گھر کے بہترین نفوس تھے، جن میں چھ برس کے بالے بھی تھے، حسینؓ نے کہا: میں اپنے نانا کی گدی پر اس شخص کو دیکھنا نہیں چاہتا جو اس گدی کی بے حرمتی کا باعث ہو۔ نیز فرمایا: اسلامی تاریخ کا یہ سب سے بڑا سانحہ ہمیں بتاتا ہے کہ: اصل چیز حق ہے، جو اقلیت میں رہ کر بھی حق ہی رہتا ہے اور باطل اکثریت کی ہمنوائی کے باوجود بھی باطل ہی کہلاتا ہے۔'' [نوادرات امیرِ شریعت: ۶۱، ۶۲، از سید منظور احمد شاہ حجازی]

۸۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع فرماتے ہیں: ''شہادت حسینؓ کے بعد یزید کو ایک دن بھی چین نصیب نہ ہوا، تمام اسلامی ممالک میں خونِ شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہوگئیں، اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ یا ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی۔ دنیا میں بھی اللہ نے ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہوگیا۔'' [شہید کربلا: ۱۰۳]

۹، ۱۰۔ فقیہ دوراں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ اور محدثِ جلیل مفتی عبدالشکور ترمذیؒ فرماتے ہیں: ''جو لوگ یزید کو خلیفہ عادل اور راشد قرار دیکر حضرت حسین کو باغی قرار دینے کی سعی میں مصروف ہیں، اُن کا نظریہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک باطل ہے۔ یہ نظریہ خوارج کا تو ہوسکتا ہے، اہل السنۃ والجماعۃ کے مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔'' [تائید رسالہ دِفاعِ صحابہ: ۳]

۱۱۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں: ''بہر حال یزید کے فسق و فجور پر جب کہ صحابہ کرام سب کے سب متفق ہیں، خواہ

متابعین ہوں یا مخالفین، پھر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علمائے راسخین، مورخین اور فقہاء مثل علامہ قسطلانی، علامہ بدرالدین عینی، علامہ ہیثمی، علامہ ابن جوزی، علامہ سعدالدین تفتازانی، محقق ابن ہمام، حافظ ابن کثیر اور علامہ الکیا الہراسی رحمہم اللہ جیسے محققین، یزید کے فسق پر علمائے سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔'' [شہیدِ کربلا اور یزید :۱۵۲]

۱۲۔امام اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ: آپ نے رفض کو وہ ناکوں چنے چبوائے کہ روز قیامت تک روافض ان کے جواب سے عاجز ہیں، فرماتے ہیں: ''حضرت علیؓ کے فرزند حضرت حسینؓ کا واقعہ کربلا سبق لینے کے لیے کافی ہے کہ: ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے سامنے تمام خاندان کو کٹوا دیا اور خود بھی جان دیدی۔'' [حضرت علیؓ کی مقدس تعلیمات: ۲۴]

۱۳۔شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمدؒ مدنی فرماتے ہیں: ''تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ اُس کے فسق و فجور کا اعلانیہ ظہور ان (حضرت معاویہؓ) کے سامنے نہ ہوا تھا۔ اور خفیہ جو بداعمالیاں وہ کرتا تھا اُس کی اطلاع اُن کو نہ تھی۔'' [مکتوبات شیخ الاسلام: ۱/ ۲۷۲، مکتوب نمبر ۸۷، مکتوبات شیخ الاسلام: ۲۵۰، مکتوب نمبر ۸۸]

۱۴۔حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا: ''یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت (حکومت) مختلف فیہ ہے۔'' [امداد الفتاوی: ۵/ ۵۴]

۱۵۔قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں: ''اَب حقیقت خلفائے خمسہ کی اور تغلب یزید پلید کا مثل آفتاب کے روشن ہو گیا، اگر کور باطن نہ سمجھے تو کسی کا کیا قصور۔'' [ہدایۃ الشیعہ: ۹۵]

۱۶۔حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں: ''اور یہ سچ ہے کہ سنی اصحابِ اربعہ یعنی چار یار کو بالترتیب جانشین حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلیفہ راشد سمجھتے ہیں، (حضرت) امیر معاویہؓ، یزید پلید اور عبدالملک وغیرہ کو سنیوں میں سے کوئی ایک بھی خلیفہ راشد نہیں سمجھتا۔'' [اجوبہ اربعین: ۸۵]

۱۷۔شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''جب اشقیاء شام وعراق نے موافق کہنے یزید پلید اور تحریص رئیس اہل بغض وفساد ابن زیاد کے امام ہمام کو کربلا میں شہید کیا۔'' [تحفہ اثناعشریہ: ۱۱]

۱۸۔شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں: ''حضرت امام حسینؓ اس غرض سے نہ نکلے تھے کہ خلافت کا دعویٰ کریں، ان کی یہ غرض تھی کہ ظالم کے ہاتھ سے رعایا کی رہائی ہو جاوے اور مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بادشاہِ وقت کی بغاوت اور اس کے ساتھ مقابلہ کرنے سے منع فرمایا، اگرچہ وہ بادشاہ ظالم ہو۔ تو یہ حکم اس وقت میں ہے کہ بادشاہ ظالم کا کامل تسلط ہو گیا ہو، اس کے تسلط میں کسی کو نزاع نہ ہو، کوئی اس کا مزاحم نہ ہو اور ابھی مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اور کوفہ کے لوگ یزید پلید کے تسلط پر راضی نہ تھے اور امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ صحابہ نے یزید کی بیعت قبول نہ کی تھی۔ حاصل کلام حضرت امام حسینؓ اس غرض سے نکلے تھے کہ یزید کا تسلط دفع کریں، یعنی اس کا تسلط نہ ہونے پاوے۔ یہ غرض نہ تھی کہ اس کا تسلط رفع کریں یعنی یہ امر نہ تھا کہ یزید کا کامل تسلط ہو گیا تھا اور آپ کا یہ مقصود تھا کہ اس کا تسلط اٹھا دیویں اور مسائل فقہیہ میں دفع و رفع میں فرق ظاہر مشہور ہے۔'' [فتاویٰ عزیزی: ۱/ ۳۶]

۱۹۔''اور اس حکم میں کہ یزید پر لعن کرنا چاہئے یا نہیں؟ تو قف اِس وجہ سے ہے کہ: روایات متعارضہ ومتخالفہ یزید پلید کے بارہ میں معاملہ شہادت حضرت امام علیہ السلام میں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کی شہادت پر یزید پلید راضی ہوا اور آپ کی شہادت پر خوش ہوا۔ جن علماء کے نزدیک یہ روایات مرجح ہیں تو ان علماء نے یزید پلید پر لعن کیا، چنانچہ احمد بن حنبل اور کیا ہراسی جو فقہائے شافعی سے ہوئے اور دیگر علمائے کثیر نے یزید پلید پر لعن کیا ہے اور بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ یزید کو شہادت سے امام علیہ السلام کے رنج تھا اور ابن زیاد اور اس کے اعوان پر عتاب کیا اور یزید کو اس کام سے ندامت ہوئی کہ اس کے نائب کے ہاتھ سے یہ واقع وقوع میں آیا۔ جن علماء کے نزدیک یہ روایات مرجح ہیں ان علماء نے یزید کے لعن سے منع کیا، چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے شافعیہ اور اکثر علمائے حنفیہ نے یزید کے لعن سے منع کیا ہے۔ بعض

علماء کے نزدیک دونوں طرح کی روایات میں تعارض ہے اور کوئی ایسی وجہ ثابت نہ ہوئی کہ اس کے اعتبار سے ایک جانب کی روایات کو ترجیح ہو سکے تو ان علماء نے احتیاطاً اس مسئلہ میں توقف کیا اور جب ترجیح کی کوئی ضرورت نہ ہو تو علماء پر توقف واجب ہے۔'' [فتاوی عزیزی: ۱/۲۰۸، ۲۰۹]

۲۰- ایک شخص نے (حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے) سوال کیا کہ جب حضرت امام حسینؓ اور یزید کا مقابلہ تھا تو حق تعالیٰ کس طرف تھے؟ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: میزانِ عدل پر تھے کہ: صبرِ امام حسین کا اُس مردود کے ظلم پر غالب آیا۔'' [کمالاتِ عزیزی: ۱۱]

۲۱- شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: اور گمراہی وضلالت کے داعی شام میں یزید اور عراق میں مختار تھے۔'' [حجۃ اللہ البالغہ، بحث فتن]

۲۲- حدیث مغفور لہم پر فرماتے ہیں: ''اس کا (یعنی یزید کا) معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد ہے اور اس کے غزوہ کے بعد جن جن برائیوں کا وہ مرتکب ہوا ہے یعنی حضرت حسینؓ کو قتل کرنا، مدینہ طیبہ کو تاراج و برباد کرنا، شراب خوری پر اصرار کرنا ان سب گناہوں کا معاملہ اللہ پر موقوف ہے، وہ چاہے تو معاف کردے چاہے تو عذاب دے جیسا کہ تمام گنہگاروں کے بارے میں یہی طریقہ جاری ہے۔'' [الابواب والتراجم علی صحیح البخاری]

۲۳- حضرت مجدد الف ثانی: رفض وتشیع سے حضرت مجدد صاحبؒ نے جو جنگ لڑی ہے، اس کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے، مگر اِس کے باوجود فرماتے ہیں: ''اور یزید بدقسمت صحابہ کرام میں سے نہیں، اس کی بدبختی میں کسی کو کلام ہو سکتا ہے، اس نے جو کام کیا وہ کوئی کافر فرنگی بھی نہیں کر سکتا۔ بعض علماء نے اس پر لعنت کرنے میں توقف کیا ہے، اس پر راضی ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ رجوع اور توبہ کے احتمال کے باعث کیا ہے۔'' [مکتوبات دفتر اول نمبر ۵۴]

۲۴- مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ، جامعہ یوسفیہ شاہو دام بنکو ضلع کوہاٹ کے مہتمم مولانا محمد امین اورکزئی کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں: ''مولانا! اگر آپ یزید کے عشق میں بے قرار ہو کر ان سب کو رافضیوں میں شامل فرما دیں تو آپ کے محبوب اور مخدوم اور آپ کے خلیفہ عادل وصالح کے صاحبزادہ معاویہ بن یزید سے آپ کی تسلی کروا دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے سے نزاع کی، آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہو گئی، اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہو گیا۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگے پھر کہنے لگے: جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا بُرا انجام اور بُری عاقبت ہمیں معلوم ہے، اس نے واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت کو قتل کیا، شراب کو مباح کر دیا، بیت اللہ کو برباد کیا اور میں نے جو خلافت کی حلاوت ہی نہیں دیکھی تو اس کی تلخیوں کو کیوں جھیلوں، اس لیے اب تم جانو اور تمہارا کام۔ خدا کی قسم اگر دنیا خیر ہے تو ہم اس کا بڑا حصہ حاصل کر چکے اور شر ہے تو جو کچھ ابوسفیان کی اولاد نے دنیا سے کما لیا وہ کافی ہے۔'' [الصواعق المحرقہ: ۲۲۴]

۲۵- مولانا محمد امین صفدرؒ ''کھلا خط بنام مہتمم جامعہ یوسفیہ'' میں لکھتے ہیں: ''شاید آپ ایک شہادت کو ناکافی سمجھیں تو دوسری شہادت مطالعہ فرمائیے! یہ آپ کے خلیفہ عادل کے گورنر ابن زیاد کی شہادت ہے۔ ''اور یزید نے عبید اللہ بن زیاد کی طرف یہ خط لکھا کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف جائے اور مکہ میں ان کا محاصرہ کرے، تو ابن زیاد نے انکار کر دیا اور کہا کہ: بخدا میں اس فاسق کے لیے دو باتوں کو اکٹھا نہ کروں گا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو بھی قتل کروں اور بیت اللہ پر بھی چڑھائی کروں۔ اور اس کی ماں مرجانہ نے بھی اس (ابن زیاد) سے کہا (جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل ہوئے) کہ تجھ پر ہلاکت ہو تو نے کیا کیا اور تو کس راہ پر چلا ہے؟ اس نے ابن زیاد کو بہت سخت سست کہا تھا۔'' [البدایہ والنہایہ] یہ دو شہادتیں گھر کی ہو گئیں۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/۵۸۵]

۲۶- ابن زیاد کی ایک اور شہادت: ''ابن زیاد نے اپنے ہمسفر مسافر ابن شریح الکندی کو بتایا: اما قتلی الحسین فانه أشار الی یزید بقتله أو قتلی فاخترت قتله۔ اور میں نے جو امام حسینؓ کو قتل کیا اس لیے کہ یزید نے مجھے اشارہ دیا کہ اگر تو نے امام حسینؓ کو قتل نہ کیا تو قتل کیا جائے گا۔ اس لیے میں نے اپنے قتل سے بچنے کے لیے امام حسین کو قتل کیا۔ [الکامل فی التاریخ: ۲/۶۱۲] مرجانہ نے اپنے بیٹے عبید اللہ بن زیاد کو کہا کہ: اے خبیث! تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل کیا ہے تو کبھی بھی جنت نہ دیکھے گا۔ [البدایہ] کیا پھر بھی ابن زیاد قتل سے بچ سکا؟'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/۵۸۵]

۲۷- ''یزید جب بادشاہ بن بیٹھا تو اس نے پہلا اعلان یہ کیا کہ حضرت معاویہؓ یہ مسلمانوں کو بحری جہاد پر بھیجتے تھے، میں کسی مسلمان کو بحری جہاد پر نہ بھیجوں گا اور حضرت معاویہؓ یہ تمہیں روم (کے کافروں) سے جہاد کے لیے بھیجتے تھے، میں تمہیں بالکل نہیں بھیجوں گا۔ اور حضرت معاویہؓ یہ تمہیں وظیفہ تین قسطوں میں دیتے تھے میں یک مشت دوں گا۔'' [البدایہ: ۸/۱۴۶] یعنی اب کافروں سے جہاد بند کر دیا گیا۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/۵۴۶]

۲۸۔''اِس کے بعد اُس نے پہلا خط گورنر مدینہ کو یہ لکھا:''خذ حسینا و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن الزبیر بالبیعۃ اخذا شدیدا لیست فیہ رخصۃ حتی یبایعوا۔ والسلام۔''[البدایہ:۸/۱۴۹]۔۔۔۔ اس (یزید) کے چارسالہ بادشاہی کے دور میں اس کی فوج کے ہاتھوں کسی کافر کی نکسیر تک نہ پھوٹی، مگر اہلِ بیت رسول کو خاک وخون میں تڑپایا گیا۔ اہلِ مدینہ پر حملہ کیا اور تین دن تک حرم مدینہ کو لوٹ مار اور قتل وغارت کے لیے حلال قرار دیا گیا۔ حرم مکہ بھی اس حملہ سے محفوظ نہ رہا۔ اس کی بادشاہی میں یہودی اور ہر قسم کے کافر بھی بستے تھے، مگر پورے چارسالہ دور میں کسی ایک کافر کی گرفتاری کا اتنا سخت آرڈر نہیں دیا گیا جس قدر سخت آرڈر نواسہ رسول جگر گوشہ بتول کی گرفتاری کا دیا گیا، سیدنا حسینؓ گرفتاری سے بچنے کے لیے مدینہ منورہ سے حرم مکہ میں پناہ گزیں ہوئے، مگر یزید کے گماشتوں نے وہاں بھی آپ کا رہنا دوبھر کر دیا تو آپ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے دورانِ سفر۔۔۔۔۔ آپ دس محرم کو یزید کی ظالم فوج کے ہاتھوں شہید کر دیئے گئے۔''[تجلیاتِ صفدر:۱/۵۴۷]

۲۹۔ یزید کا پہلا حکم:''سیدنا امیر معاویہؓ کی وفات پر یزید نے پہلا حکم نامہ گورنر مدینہ کو لکھا:''وکتب الیہ فی صحیفۃ کانھا اذن الفارۃ، امابعد! فخذ حسینا و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن الزبیر بالبیعۃ اخذا شدیدا لیست فیہ رخصۃ۔ والسلام''۔البدایہ: ۸/۱۴۹۔ابن اثیر:۲/۲۶۹۔طبری:۴/۲۵۰۔''[تجلیاتِ صفدر:۱/۵۵۶]

۳۰۔ دوسرا حکم یہ جاری کیا:''علیک بالحسین بن علی و عبداللہ بن الزبیر، فابعث الیھما الساعۃ، فان بایعا، والا فاضرب اعناقھما قبل ان یعلن الخبر۔[الاخبار الطوال:۲۲۷] تم پر لازم ہے کہ: اِسی وقت حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر کو بلوالو۔ اگر وہ دونوں بیعت کرلیں تو خیر! ورنہ دونوں کی گردنیں ماردو! یہ کام معاویہ کی موت کے اعلان سے پہلے پہلے ہو جانا چاہیے۔''[تجلیاتِ صفدر:۱/۵۵۶]

۳۱۔ دارالامارت میں طلبی:''دونوں حکم جب گورنر کو پہنچے تو فوراً حضرت حسین اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو دارالامارت میں بلایا گیا اوران دونوں سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ: بیعت اس طرح چھپ کر نہیں لی جایا کرتی، مروان نے گورنر ولید کو کہا: اِن کو نکلنے نہ دینا۔ یہ بیعت کریں، ورنہ ان کی گردن ماردے۔ اِس پر حضرت حسینؓ اور مروان میں تلخ کلامی ہوگئی۔ ولید نے کہا: اے مروان! اللہ کی قسم مجھے ساری دنیا بھی دے دی جائے تو میں حسینؓ کو قتل نہیں کروں گا۔ سبحان اللہ! میں حسینؓ کو بیعت نہ کرنے پر قتل کروں؟ خدا کی قسم میرا یقین ہے کہ حسینؓ کو قتل کرنے والے کی ترازو قیامت کو ہلکی ہوگی۔ (اس آیت کی طرف اشارہ کیا:''واما من خفت موازینہ، فامہ ھاویہ۔'') البدایہ والنہاریہ:۸/۱۵۱،۱۵۰۔طبری:۴/۲۵۱،۲۵۲۔ الکامل لابن اثیر:۲/۵۳۰۔''[تجلیاتِ صفدر:۱/۵۵۷]

''اِن حوالہ جات کو پڑھ کر اپنی اس عبارت پر غور کریں:''یزید کے بارے میں کسی کمزور سے کمزور روایت میں بھی یہ بات نہیں ملتی کہ اسی نے کسی شخص کو قتلِ حسینؓ کا حکم دیا ہو یا قتلِ حسینؓ پر رضامندی ظاہر کی ہو۔''۔''والحق ان رضاء یزید بقتل الحسین واستبشارہ بذالک واھانتہ اھل بیت النبی ﷺ مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ احادا، فنحن لانتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ، لعنۃ اللہ علیہ وعلیٰ انصارہ و اعوانہ۔''شرح عقائد نسفی۔''[تجلیاتِ صفدر:۱/۵۵۷]۔ علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں: حق بات یہ ہے کہ یزید کا قتلِ حسینؓ پر راضی ہونا، اس پر خوش ہونا، اوراہل بیتِ نبی کی توہین کرنا تواتر معنوی سے ثابت ہے، اگر چہ ان کی جزئیات ازقبیل احاد ہیں، پس ہم اس پر لعنت کے جواز میں توقف نہیں کرتے، بلکہ اس کے ایمان کے بارے میں توقف کرتے ہیں، اللہ کی لعنت ہو اس پر، اور اس کے معاونین پر۔

۳۲۔''عبیداللہ بن زیاد نے اپنے ہم سفر مسافر ابن شریح الکندی کو بتایا:''اما قتلی الحسین، فانہ أشار الیّ یزید بقتلہ أو قتلی فاخترت قتلہ''۔[الکامل:۲/۶۱۲۔طبری:۴/۴۰۲] اور جب یزید نے ابن زیاد کہ حکم دیا کہ وہ حرم مکہ میں ابن زبیر پر حملہ کرے تو ابن زیاد نے کہا:''لا أجمعھما للفاسق ابداً، أقتل ابن بنت رسول اللہ و أغزوا البیت۔''طبری:۴/۱۷۳۔''[تجلیاتِ صفدر:۱/۵۵۸]

۳۳۔ **ایک دھوکے کا ازالہ**:''جناب نے (یعنی ابوریحان عبدالغفور نے) اپنی نوحہ خوانی میں فریب کا ایک اور پانسا پھینکا ہے کہ: ''یزید پر لعنت کرنے کا اختلاف اِس پر مبنی ہے کہ: اُس سے افعال فسق صادر ہوئے یا نہیں؟ اِس سے ثابت ہوا کہ جب لعنت کرنے میں اختلاف ہے تو اس کا فسق بھی مختلف فیہ ہے۔''اور حضرت گنگوہیؒ اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے نام سے دھوکہ دیا ہے، حضرت کے اصل الفاظ آپ نے نہیں لکھے۔ حضرت فرماتے ہیں:''لہٰذا یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن ہیں، مگر جن کو محقق اخبار سے قرائن سے معلوم ہو گیا کہ وہ اِن مفاسد سے راضی اور خوش تھا اور ان کو

مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدوں توبہ کے مر گیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں۔ اور مسئلہ یوں ہی ہے۔ اور جو علماء اِس میں تر دُد رکھتے ہیں کہ: اول میں وہ مومن تھا، اس کے بعد وہ افعال کا مستحل تھا یا نہیں؟ اور مستحل ہونا ثابت ہوا یا نہیں؟ تحقیق نہیں! پس بدوں تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں۔'' [فتاویٰ رشیدیہ: ۱۹۲] اِس سے تو میرا موقف ثابت ہوا کہ جو لوگ یزید پر لعنت کرتے ہیں وہ بھی اس سے اَفعالِ (فسق) کا صدور مانتے ہیں اور جو لوگ لعنت کو جائز نہیں کہتے وہ بھی اس سے افعال فسق کا صدور مانتے ہیں۔ گویا کہ اس کا فاسق ہونا ہر دو فریق کے ہاں متفق علیہ ہے۔ اس کے بعد لعن میں اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ وہ اپنے افعالِ فسق کا مستحل تھا یا نہیں؟ اور اِن افعال فسق کے حلال جاننے سے توبہ کر کے مرا یا بلا توبہ مرا؟ جس فریق کے ہاں اس کا اپنے افعال فسق کو حلال جاننا ثابت نہیں یا حلال جاننے سے توبہ کرنا ثابت ہے وہ اس کو فاسق تو کہتے ہیں مگر لعن کو جائز نہیں کہتے اور یہی اہل سنت کا موقف ہے۔ جناب کو اتنے بڑے فریب سے سوائے خسر الدنیا و الآخرۃ کے کیا ملا؟'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۶۸]

۳۴۔ **دوسرا دھوکہ اور اس کا ازالہ:** مہتمم جامعہ یوسفیہ نے اپنے خط میں مناقبِ یزید میں ''صحابی زادہ'' ہونے کا اور اس کی وجہ سے فسق سے کف لسان کا ذکر فرمایا، اس کے جواب میں مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ نے جواباً فرمایا: ''مولانا! آپ جانتے ہیں کہ نبی زادہ بھی بگڑ سکتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سے آپ واقف ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''خیر القرون میں بالاتفاق ایسے لوگ موجود تھے جو منافق یا فاسق تھے اور انہی میں حجاج، یزید بن معاویہ اور مختار ثقفی۔'' حجۃ اللہ البالغہ۔ [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۸۶]

۳۵۔ ''حضرت ابو عبیدہ بن الجراح فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت انصاف پر قائم رہے گی یہاں تک کہ بنی اُمیہ میں سے یزید نامی ایک شخص اس میں شگاف ڈالے گا۔'' مجمع الزوائد: ۵/ ۲۴۱۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۸۶]

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ: ''میری اُمت کی تباہی قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔'' [بخاری: ۲/ ۱۰۴۶]

بخاری کے حاشیہ پر کرمانی شرح بخاری کے حوالہ سے درج ہے: ''ان لونڈوں میں سے پہلا لونڈا یزید تھا جس نے شہروں میں معمر لوگوں کو عہدوں سے ہٹا کر نوعمروں کو مسلط کیا۔ حاشیہ ۳۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۸۶]

۳۶۔ ''حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ: ''میں نے دو قسم کے علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محفوظ کیے ہیں، اُن میں سے ایک علم کو میں پھیلاتا ہوں، اگر دوسرے کو پھیلاؤں تو میری شہ رگ کاٹ ڈالی جائے گی۔'' [بخاری: ۱/ ۲۳]

حاشیہ پر فتح الباری شرح بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ''جو علم آپ نہیں پھیلاتے تھے، اُن احادیث میں ظالم بادشاہوں کے نام تھے۔ ہاں حضرت ابو ہریرہؓ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ: اے اللہ! مجھے ساٹھ ہجری اور لونڈوں کی حکومت سے بچانا۔ اُن کا اشارہ یزید بن معاویہؓ کی طرف تھا کیونکہ وہی ساٹھ ہجری میں بادشاہ بنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی دعا قبول فرمائی اور ان کا وصال انسٹھ (۵۹) ہجری میں ہو گیا۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۸۶]

۳۷۔ فاسق کی امارۃ میں جہاد کا مسئلہ: ''اس (غزوہ قسطنطنیہ کی) حدیث سے علماء اہل سنت نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ فاسق کی سرکردگی میں جہاد ہو سکتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: ''اِس سے ثابت ہوا کہ جہاد ہر حکمران کی معیت میں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ حدیث غازیانِ شہر قیصر کی تعریف پر مشتمل ہے، حالانکہ اس غزوہ کا امیر یزید بن معاویہؓ تھا اور یزید تو یزید ہی تھا'' (یعنی فسق و فجور کا مرتکب فاسق و فاجر تھا)۔ فتح الباری: ۱۱/ ۶۵۔'' [۱/ ۵۷۰]

۳۸۔ ''امام ابو بکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابؓ خلفاء اربعہ کے بعد فاسق امراء کے ساتھ بھی جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے یزید لعین کی معیت میں بھی جہاد فرمایا ہے۔'' احکام القرآن: ۳/ ۷۴۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۷۰]

۳۹۔ ''حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ نے مدینہ منورہ میں حلفیہ اعلان کیا: **''واللہ ما أخرجنا علی یزید حتی خفنا أن نرمی بالحجارۃ من السماء۔''** [**الصواعق المحرقہ**: ۲۲۱] خدا کی قسم ہم یزید کے خلاف اس وقت تک نہیں اُٹھے یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ اَب نہ اُٹھنے پر سے آسمان سے ہم پر پتھر نہ برس پڑیں۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۸۷]

۴۰۔ مولانا محمد امین صفدرؒ، ابو ریحان عبدالغفور کے جوابی خط میں لکھتے ہیں:

''میں نے یہ لکھا تھا کہ: یزید کا فاسق ہونا اہل سنت میں متفق علیہ ہے، اِس پر ابن خلدون اور ابن حجر مکی رحمہما اللہ کی شہادتیں نقل کی تھیں، جناب نے دعویٰ یہ کیا کہ: ''اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یزید کا فاسق و فاجر اور زانی و شرابی وغیرہ ہونا، نہ ہونا بھی صحابہ و تابعین رحمہم اللہ کے دَور سے اِسی طرح اختلافی چلا آ رہا ہے جس طرح دوسرے فقہی اختلافی مسائل! مگر اِس پر جناب نے کوئی مستند حوالہ پیش فرمانے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ جناب کا یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسے قادیانی پہلے نمبر پر مسلمانوں کے دلوں میں یہی وسوسہ ڈالتے ہیں کہ: ختم نبوت اور حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ دورِ صحابہ سے اُمت میں اختلافی چلا آ رہا ہے، اِس لیے کسی فریق کو دوسرے فریق پر تشدد کرنا درست نہیں۔ پھر وہ کچھ حوالے بھی بصورت اقتباس نہیں بلکہ بصورت اختلاس جناب کی طرح پیش فرماتے ہیں، مگر کوئی صریح حوالہ نہ وہ لا سکتے ہیں نہ جناب۔'' [تجلیات صفدر: ۱/ ۵۶۴]

''جناب نے بڑی فراخدلی سے یہ تسلیم فرمالیا ہے کہ بعض صحابہ و تابعین رحمہم اللہ یزید کو فاسق و فاجر اور زانی و شرابی مانتے تھے، اِس پر بھی اگر آپ چند مستند حوالے ذکر فرما کر اپنے دعویٰ کے اس جز کو مبرہن فرما دیتے تو جناب کو خط کے ص: ۱۰ پر مولانا عبدالرشید نعمانی اور امام اہلِ سنت وکیل صحابہ جناب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم سے یہ شکوہ نہ ہوتا کہ وہ صریح حوالہ فسق پر پیش نہیں کر سکے۔ آپ جانتے ہیں کہ صحابہ و تابعین جمع کے صیغے ہیں، تو کم از کم تین صحابہ اور تین تابعین رحمہم اللہ کے حوالے تحریر فرمادیں جن میں صراحت ہو کہ یزید روزِ اول سے ہی فاسق، فاجر، زانی، شرابی وغیرہ تھا اور جو لوگ اس کو فاسق، فاجر، زانی، شرابی وغیرہ نہیں مانتے ان کے ساتھ اس مسئلہ میں ہمارا فقہی اختلاف ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ حوالہ میں پورا اقتباس ہو، خط میں جو قادیانی عادت کے مطابق اختلاس کیا ہے، اس سے پرہیز فرمائیں۔ ہاں! حوالہ دینے میں یہ بھی خیال رکھیں کہ وہ صحابہ و تابعین رحمہم اللہ یزید کی حویلی میں رہنے والے ہوں، کیونکہ اس حویلی سے سینکڑوں میل دُور رہنے والوں کی شہادت تو جناب کے ہاں معتبر نہیں۔ تو جو بات جناب کو ناپسند ہو وہ دوسروں کے لیے پسند نہ فرمانا۔

پھر بقول جناب جن صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ نے یزید کو فاسق، فاجر، زانی، شرابی وغیرہ مان لیا، یہ جرح مفسر ہے اور ان کے علم پر مبنی ہے اور بقول جناب جنھوں نے نہیں مانا ان کے پاس عدم علم ہے اور تعدیل مبہم بھی ان سے ثابت نہیں۔ تو آنجناب ہی غصہ تھوک کر ارشاد فرمائیں کہ: اصولاً یہاں فسق ہی ثابت ہوگا یا نہیں؟ یا جناب اِس متفقہ اُصول سے بھی منحرف ہو جائیں گے۔ ہاں صحابہ و تابعین رحمہم اللہ کی جناب کو کیا پرواہ جبکہ قیامت کے دن یزید ہی جناب کا شفیع ہوگا۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۶۵]

۴۱۔ مفتی رویس خان کے فتویٰ میں یزید کے خصال محمودہ البدایہ والنہایہ کے حوالہ سے تحریر کیے گئے ہیں۔ **الحلم، الفصاحة، الشعر، الشجاعة**۔ اور عملی اخلاقی حالت اُخیر میں یہ لکھی ہے: ''**و کان فیہ ایضاً اقبال علی الشهوات**'' [ص: ۳] کہ: اس میں خواہشات پرستی بھی تھی اور وہ اس کی طرف متوجہ رہتا (تھا)۔ یہی فسق ہے۔

۴۲۔ علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں: **انہ قد روی عنہ امور اخر منکرة من الفسق و الفجور و اشد المنکرات ما جری علی اهل البیت** (نبراس شرح شرح العقائد ص ۵۵۱) یزید کے متعلق دوسرے برے کام نقل کیے گئے ہیں یعنی فسق و فجور والے کام (جیسے شراب پینا، اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنا، ترکِ صلاۃ، زنا، محارم کو حلال جاننا، بیت اللہ اور مسجد نبوی کے بے حرمتی کرنا۔ از حاشیہ)۔ اور ان برے کاموں میں سے شدید ترین برا کام وہ ہے جو اس نے اہل بیت پر ظلم کیا۔ پھر ص ۵۵۵ پر لکھتے ہیں: ان لوگوں میں سے نہ ہو جایئے کہ اگر کوئی آدمی یزید پر لعنت کرنے سے منع کرے تو وہ لوگ اس پر خارجی ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں، **نعم قبح افعالہ مشهور** ہاں یزید اپنے قبیح افعال میں مشہور ہے۔

[۳]۔ چند شبہات کا ازالہ:

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ نے جب اپنے مضمون میں سیدنا حسینؓ کے فضائل و مناقب اور یزید کے فسق کا تذکرہ کیا تو یزیدی لوگوں کی طرف سے یزید کے دفاع میں تین خطوط موصول ہوئے، جن میں فضائل سیدنا علی و حسینؓ اور فسق یزید کے بارے میں کچھ شبہات پیش کیے گئے۔ مولانا مرحوم نے ان شبہات کے خوب مدلل جوابات تحریر فرمائے، ملاحظہ کیجیے!

شبہ نمبر ۱: آپ کی پیش کردہ روایات کے اکثر راوی شیعہ ہیں؟

جواب :۱: ''اسماء الرجال کی کتابوں میں ''شیعہ'' کا لفظ اُن لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے جو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمانؓ سے افضل جانتے

ہیں۔اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر کو حضرت علیؓ سے افضل اور خلیفہ برحق مانے، سب صحابہ کو مانے۔ہاں اگر کوئی شخص حضرت علیؓ کو شیخین سے بھی افضل کہے اور صحابہ کرام کو حضرت علیؓ کا حق چھیننے والا کہے تو اس کو اسماء الرجال والے ''رافضی'' یا ''رافضی خبیث'' کہتے ہیں۔آج کل ہمارے عرف میں شیعہ: رافضی کو کہتے ہیں، لیکن اسماء الرجال میں جو حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ سے افضل کہے وہ شیعہ عثمان یا عثمانی اور جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمان سے افضل کہے اسے علوی یا شیعہ علی کہتے تھے۔صحیح بخاری ۱/ ۴۳۳، پر اسی معنی میں عثمانی اور علوی کا لفظ ملتا ہے۔بخاری شریف کے کئی راوی اس معنی میں شیعہ ہیں اور صحیح مسلم کے بارہ میں تو بعض نے یہاں تک فرمایا ہے کہ: کتاب مسلم ملآن من الشیعۃ۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۴۹، ۵۵۰]

جواب :۲: ''احکام کی اَحادیث کی صحت کے لیے جو شرائط ہیں، فضائل (کی احادیث) کے لیے (وہ تمام شرائط ضروری) نہیں اور تاریخ کے لیے تو سرے سے عدالت بھی شرط نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: حدثوا عن بنی اسرائیل و لاحرج۔تو جب تاریخ کے واقعات کی روایات کفار تک سے لی جاتی ہیں تو یہاں یہ بحث چھیڑنا کس قدر غلط ہے؟

ہاں! اُصولی طور پر تاریخی باتیں تین قسم کی ہونگی:

۱۔جن کو ہمارے عقائد کے موافق پا کر ہمارے اکابر نے قبول فرمالیا، وہ مقبول ہیں۔

۲۔جن کو عقائد اہل سنت سے متصادم پا کر اکابر نے رد کر دیا، وہ مردود ہیں۔

۳۔جن کا ہمارے عقائد وغیرہ سے نہ تصادم ہے نہ تعاون، وہ بحیثیت تاریخ کے اکابر نے قبول کرلیں تو ان کو لے لیا جائے گا۔

بہرحال ان کے رد و قبول کا کام اکابر کر چکے ہیں، ہمیں کسی نئی پریشانی کی ضرورت نہیں رہی۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۵۰]

شبہ نمبر ۲: مولانا محمد امین اورکزئی (مہتمم جامع یوسفیہ بنگو ضلع کوہاٹ) نے لکھا تھا کہ: محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت جو کہ یزید کی معاصر بھی ہے، کیا اُن کی شہادت ہمارے اَقدام والسنہ کو روکنے کے لیے کافی نہیں ہے؟

جواب: ''محترم! موصوف (محمد بن الحنفیہؒ) کی شخصیت تابعین میں واقعی عظیم ہے، لیکن صحابہ کرامؓ کے اِجماع کے مقابلہ میں اس کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟ یہ ایسے ہی جیسے یزیدیوں کے پیشوا محمود احمد عباسی لکھتے ہیں: ان جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی موجودگی حضرت حسین اور حضرت ابن زبیر کے اختلاف کا کیا مقام تھا۔نیز لکھتے ہیں: باقی رہے حضرت حسین اور ابن الزبیر، تو کیا ان حضرات کا اجتہاد ایسا وقیع ہوسکتا ہے؟ کہ اجلہ صحابہ کرام کے موقف پر غالب سمجھا جائے (خلافت معاویہ و یزید ص ۸۷)۔یزیدیوں کے پیشوا کے نزدیک حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی رائے کی جمہور صحابہ کے مقابلے میں کوئی حیثیت و اہمیت نہیں تو جمہور صحابہ، جمہور تابعین اور جمہور علمائے امت کے فسقِ یزید پر اجماع کے مقابلہ میں محمد بن الحنفیہ کے شاذ قول کی کیا حیثیت ہے؟۔میں نے مطالبہ کیا تھا کہ کسی ایک صحابی نے قتلِ حسینؓ، جنگِ مدینہ منورہ اور جنگِ مکہ مکرمہ میں یزید کو عادل اور صالح کہا ہو، اِس کا حوالہ پیش کرنا تھا۔آپ صحابہؓ سے ہٹ کر ایک تابعی کی طرف لپکے، مگر یہ قول اُن سے کسی قابل اعتماد سند سے ثابت ہی نہیں۔اگر ثابت فرمادیں تو بڑی نوازش ہوگی۔پھر صحابہ کرامؓ کے اجماع اور متواتر تعامل مخالفتِ یزید کے خلاف کوئی ایسا قول بسند صحیح بھی مل جاتا تو وہ ''شاذ'' ہوتا۔جس طرح قرآن پاک کی متواتر آیت یہی ہے: "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔'' اَب درمنثور وغیرہ میں یوں بھی ہے: "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک فی ولایۃ علی و الائمۃ۔'' تو یہ شاذ ہے۔متواترات کے خلاف شواذ پیش کرنے کا سبق کہیں روافض سے تو نہیں پڑھ لیا؟

ذرا تفصیل ملاحظہ ہو! آپ کے استاذ محترم شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: ''حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حرم مکہ میں پناہ لی، اسی لیے ان کو ''عائذ البیت'' کہتے تھے۔اور مکہ مکرمہ میں وہ غالب رہے۔اور یزید حاکم مدینہ کو حکم دیتا تھا کہ اہلِ مدینہ سے لشکر تیار کر کے مکہ مکرمہ پر حملہ کرو! یہ حکم اور اس قسم کے بعض دوسرے احکام کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی، جس کے نتیجہ میں مدینہ منورہ میں واقعہ حرہ پیش آیا، جس میں مدینہ منورہ میں سینکڑوں صحابہ اور صحابہ زادے قتل کیے گئے، علاوہ دیگر کے ایک ہزار کنواری لڑکیوں سے زنا کیا گیا، جیسا کہ کہا جاتا ہے۔اور مدینہ منورہ میں بہت بڑا شر اور بہت بڑا فساد پھیل گیا، جیسا کہ تاریخ ہمیں بیان کرتی ہے۔ فِانا للہ وانا الیہ راجعون۔'' [معارف السنن: ۶/ ۷]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنے خطبوں میں فرماتے تھے: "یزید القرود، شارب الخمور، تارک الصلوۃ، منعکف علی القینات۔''

[البدایہ والنہایہ: ۲/ ۲۲۲] بندروں والا یزید، شرابیں پینے والا، نمازوں کا تارک، گانے والیوں کو چمٹنے والا۔ یہ خطبہ وہ حرمِ پاک میں دیتے تھے۔ میرے خیال میں کوئی سنی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ صحابئ رسول، نواسہ صدیق حرم پاک میں برملا جھوٹ بولتے ہوں۔ اور کوئی ایک آدمی بھی سارے مکہ مکرمہ میں اُن کو ٹوکنے والا نہ ہوا۔

وفد اہلِ مدینہ کی شہادت:

جب کہ ایک طرف یزید اہل مدینہ کو بار بار مجبور کرتا تھا کہ مکہ مکرمہ پر حملہ کرو۔ اُدھر مکہ مکرمہ والے اس کو برملا فاسق کہتے تھے تو اہلِ مدینہ نے اَشراف اہل مدینہ (صحابہ وجلیل القدر تابعین رحمہم اللہ) کا ایک بہت بڑا وفد تشکیل دیا، اس وفد کے سربراہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ صحابی اور حضرت عبداللہ بن مطیع صحابی تھے۔ یہ تحقیقاتی کمیشن جب واپس لوٹا تو اس کی رپورٹ کیا تھی: "**ولما رجع وفد المدينة اليها أظهر و أشتم يزيد و عيبه، و قالوا: قدمنا من عند رجل ليس له دين يشرب الخمر و تعزف عنده القينات بالمعازف، و انا نشهد كم انا قد خلعناه، فتبايعهم الناس على خلعه۔**" اور منذر بن زبیر نے بھی کہا کہ: وہ شراب میں بدمست رہتا ہے، وہ نماز بھی نہیں پڑھتا۔ [البدایہ: ۸/ ۲۱۸] اور یہ بھی کہا: "**ان يزيد يشرب الخمر و يترک الصلوٰة و يتعدى حكم الكتاب۔**" [البدایہ: ۸/ ۲۳۲] خلاصہ اس تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کا یہ تھا کہ یزید ایک بے دین آدمی ہے، شراب پیتا ہے، اَحکام الٰہی سے تجاوز کرتا ہے، نماز نہیں پڑھتا، گانے والیاں باجوں طبلوں کے ساتھ اس کے اِردگرد گاتی بجاتی رہتی ہیں۔ تو سب اہلِ مدینہ نے اس تحقیق کو تسلیم کرکے یزید کی بیعت توڑ ڈالی۔ یزید نے تقریباً بارہ ہزار کا لشکر بھیجا۔ "**فخرج اهل المدينة بجموع كثيره وهيئة لم ير مثلها۔**" [البدایہ: ۸/ ۲۲۵]۔ اہل مدینہ بھی اتنی کثرت سے نکلے کہ اس طرح نکلنا کبھی دیکھا نہ گیا۔ گویا ان سب نے وفد کی تحقیقات کو مانا۔ لڑائی میں سات سو مہاجرین و انصار شہید ہوئے اور ان کے علاوہ دس ہزار آدمی اور شہید ہوئے۔ تین دن تک یزید کی فوج نے مدینہ منورہ کو مباح قرار دیا، جو سامنے آتا، اس کو قتل کرتے، اہلِ مدینہ کے مال لوٹتے، ایک ہزار عورتوں نے بغیر خاوندوں کے بچے جنے۔ [البدایہ: ۸/ ۲۲۴]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ آخر میں لکھتے ہیں کہ: یزید نے یہ فاحش خطا کی کہ مدینہ منورہ کو تین دن مباح قرار دیا اور صحابہ اور صحابہ زادوں کو قتل کیا۔ (نیز) اُس نے عبیداللہ بن زیاد سے امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرایا۔ ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں ایسے ایسے مفاسد پیش آئے جن کو نہ گنا جاسکتا ہے، نہ بیان کیا جاسکتا ہے، صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ یزید نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تھا کہ: اس کی حکومت مضبوط ہو، لیکن خدائے قاہر نے اسی کو عذاب میں پکڑ لیا۔ "**فقصمه الله قاصم الجبابرة أخذه و اخذ عزيز مقتدر۔ (و كذلک اخذ ربک اذا اخذ القرىٰ وهي ظالمة ان اخذه اليم شديد۔)**"۔ [البدایہ: ۸/ ۲۲۵] اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا اور وہ جابروں کی کمر کو ایسے ہی توڑتا ہے، اس کو ایسا پکڑا جو غالب اور قادر کی پکڑ ہوتی ہے، ملنے تک نہ دیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں کو پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ بڑی دکھ دینے والی ہے اور سخت ہے۔

مولانا! ان صحابہ و تابعین رحمہم اللہ کے مقابلہ میں آپ ایک محمد بن حنفیہ کی بات جو بے سند ہے، پیش کرتے ہیں؟ جس کی بات کو تمام اہل مدینہ نے رد کردیا، وہ آپ کو پسند آگئی۔۔۔۔!!" [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۹۳]

شبہ نمبر ۳: جناب نے (یعنی ابوریحان عبدالغفور نے) حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے حوالہ سے یزید کا امہات، اولاد اور بہنوں، بیٹیوں تک زنا اور ترک نماز وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ (جبکہ شراب یہ سب کچھ کراسکتی ہے۔) اور پوچھا ہے کہ اس کے باوجود بھی صحابہ اور اہلِ بیت نبوت نے اس کے خلاف خروج سے روکا، کیا اُن میں غیرت نہیں تھی؟

جواب: حضرت عبداللہ بن حنظلہ کا یہ بیان آخر ۶۲ھ کا ہے اور عمرہ بنت عبدالرحمن، ابن عمرؓ، ابوسعیدؓ خدری، جابرؓ اور ابوواقد اللیثیؓ کا امام حسینؓ کو روکنا ۶۰ھ میں ہے۔......

"حضرت جابرؓ اور حضرت ابوسعید خدری نے ۶۰ھ میں حضرت امام حسین کو روکا مگر یہ کہہ کر نہیں کہ: "یزید عادل اور صالح ہے۔" صرف اِس لیے کہ اس لڑائی میں فتنہ پہلے سے نہ بڑھ جائے۔ اور ۶۳ھ میں یہ دونوں صحابہ کرام مدینہ منورہ میں ہی تھے، جب یزید نے حملہ کیا۔ اِن دونوں نے حضرت عبداللہ بن مطیعؓ اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ کی بیان کردہ چارج شیٹ کا نہ اِنکار کیا اور نہ ہی ان کو خلع بیعت سے روکا۔ اس کے حملہ میں دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرح یہ بھی روپوش ہوگئے۔ [البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۲۴] اس پر بھی یزیدی لشکر نے ان کو معاف نہیں کیا۔ حضرت ابوسعیدؓ خدری کا گھر بھی لوٹ لیا، بلکہ

آپ کی داڑھی بھی نوچ لی۔ [وفاء الوفاء:۱/۱۳۵]

حضرت ابوواقد اللیثی نے ۶۰ھ میں سیدنا حسین کو روکا، مگر یہ کہہ کر نہیں روکا کہ: ''یزید عادل اور صالح ہے۔'' بلکہ اِس لیے کہ آپ کے شہید ہونے کا خطرہ ہے۔ اور واقعہ حرہ میں یہ بھی مدینہ منورہ میں ہی تھے۔ کیونکہ ۶۶ھ تک یہ مدینہ منورہ میں رہے ہیں۔ ۶۷ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور ۶۸ھ میں وہیں وصال فرمایا۔ [الاستیعاب] تو انہوں نے نہ عبداللہ بن مطیع اور عبداللہ بن حنظلہ کی چارج شیٹ کا انکار کیا اور نہ ہی اہل مدینہ کو بیعت توڑنے سے روکا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نام بھی آپ نے لیا ہے، مگر ان کے موقف کو جناب نے واضح نہیں فرمایا۔ جب یزید کی بیعت ہوگئی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ: ''اگر یہ اچھا ہوا ہے تو ہم خوش ہیں اور اگر بُرا ہوا ہے تو ہم صبر کریں گے۔'' [لسان المیزان:۶/۲۹۴]

جناب نے یہ تو لکھا کہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ۶۰ھ میں سیدنا حسینؓ کو روکا۔ کیا یہ کہہ کر روکا کہ: ''یزید عادل اور صالح ہے؟'' ہرگز نہیں! مگر آپ نے یہ نہ بتایا کہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ: ''اہل عراق حالت احرام میں مکھی مارنے کا مسئلہ دریافت کرتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل کر دیا تھا، جن کے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ: حسنؓ اور حسینؓ دنیا میں میرے پھول ہیں۔'' [بخاری] واقعہ حرہ میں جب اہل مدینہ نے یزید کی چارج شیٹ سنائی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان کی چارج شیٹ میں سے کسی ایک بات کی بھی تردید نہ فرمائی۔ اگر اس وقت انہوں نے کوئی تردید کر کے فرمایا ہو کہ: ''یزید عادل اور صالح خلیفہ ہے، اس پر شراب پینے، نماز چھوڑنے اور دیگر فاحشات میں ملوث ہونے کا الزام غلط ہے۔'' تو اس کا مستند حوالہ پیش فرمائیں۔

رہا حضرت عبداللہ بن عمر کا بیعت توڑنے سے روکنا، تو حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ فتنہ کے زمانہ میں جنگ وقتال کو ترک کر دیا جائے، اگرچہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ایک فریق حق پر ہے اور دوسرا باطل پر۔'' [فتح الباری:۱۳/۴۰] اسی قسم کی رائے حافظ ابنِ کثیرؒ کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ''اہلِ مدینہ نے جب یزید کی بیعت توڑی اس وقت اہل مدینہ یزید سے بہت سخت عداوت رکھتے تھے، انہوں نے بھی یزید کے بارے میں یہ تو کہا کہ: وہ شراب خور ہے اور بعض گندے کام کرتا ہے، لیکن روافض کی طرح اس کو زندیق نہیں کہا۔'' **بل قد کان فاسقا، و الفاسق لا یجوز خلعه لأجل مایثور بسبب ذلک من الفتنة، و وقوع الهرج، کما وقع فی زمن الحرة۔** '' [البدایہ والنہایہ:۸/۲۳۵] بلکہ تحقیق وہ فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں جب فتنے اور قتل وقتال کا خوف ہو۔ جناب نے فریب کی انتہا کر دی کہ: ۶۲ھ کے بیان کو رد کرنے کے لیے ۶۰ھ کے اقوال کا سہارا لیا۔ اور بدقسمتی کا یہ عالم کہ ایک بھی صحابی سے ۶۲ھ کی چارج شیٹ کی تردید نہ دکھا سکے۔'' [تجلیاتِ صفدر:۱/۵۶۷]

شبہ نمبر ۴: مہتمم جامعہ یوسفیہ نے مناقبِ یزید میں لکھا کہ: یزید صحابہ کے ایک جمِ غفیر کا امام تھا۔

جواب: اس کے جواب میں مولانا محمد امین صفدرؒ لکھتے ہیں: ''میں نے یہ جملہ بار بار پڑھا، کیونکہ یہ یقین نہیں آتا تھا کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی ایسی بے بنیاد بات لکھ سکتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے کس مسجد میں اس کو امام رکھا ہوا تھا؟ ہاں مجبوراً کسی جہاد وغیرہ کے موقع پر نماز فاسق کے پیچھے بھی جائز ہے، جب وہ فاسق معلن ہوا، کسی ایک صحابیؓ کا بھی اس کے پیچھے بااختیار خود ایک نماز بھی ثابت نہیں۔ هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين؟'' [تجلیاتِ صفدر:۱/۵۸۷]

شبہ نمبر ۵: مہتمم جامعہ یوسفیہ نے یزید کے فضائل ومناقب میں اس کے تابعی ہونے کا اور تابعین کے خیر القرون میں سے ہونے اور رضائے الٰہی کی بشارت کے مستحق ہونے کا ذکر کیا۔

جواب: اس کے جواب میں مولانا اوکاڑویؒ لکھتے ہیں: ''قرآن کی آیت بھی' حبِ یزید نے آپ کو بھلا دی: **''والذین اتبعوهم باحسان''۔** میں تابعیت کے ساتھ ''نیکی'' کی شرط ہے اور جس کے فسق پر سب صحابہ اور ائمہ کا اجماع ہو وہ اس تابعیت میں کیسے آ سکتا ہے؟'' [تجلیات:۱/۵۸۷]

شبہ نمبر ۶: حدیث پاک میں قسطنطنیہ کے فاتح لشکر کے لیے مغفرت کا وعدہ ہے اور یزید اس لشکر میں شامل تھا۔ اس حدیث کی بنیاد پر جناب مہتمم جامعہ یوسفیہ نے یزید کے مناقب میں لکھا کہ: احتمالاً ہی سہی یزید مغفوریت موعودہ کا شرف رکھنے والا۔

جواب: مولانا اوکاڑوی لکھتے ہیں:

ا۔ ''مولانا! آپ کی تو حدیث پر وسیع نظر ہے، کیا ابوداؤد شریف کی یہ حدیث آپ کی نظر سے نہیں گذری: اسلم ابی عمران کہتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ

سے جہاد کے لیے قسطنطنیہ کی طرف روانے ہوئے، اس وقت امیر جیش حضرت عبدالرحمان بن خالد بن ولید تھے، یہ عبدالرحمن بن خالد بن ولید ۶ھ میں حمص میں ہی وصال فرما گئے، یہ پہلا لشکر تھا۔ کیا آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس میں یزید شامل تھا؟ ہرگز نہیں۔

۲۔ اور اگر حدیث کے خلاف اس تاریخی احتمال کو مان لیا جائے کہ اس لشکر میں جو تھے وہ سب مغفور لہم تھے اور اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ اَب آخر عمر تک ان کے خلاف زبان کھولنا یا ان کو فاسق کہنا حدیث نبوی کی مخالفت ہے اور ائمہ اہلِ سنت میں سے کسی نے یہ مطلب نہیں لیا، خود آپ کے امام عادل کو بھی یہ مطلب نہیں سوجھا۔

۳۔ مولانا! آپ کو معلوم ہے کہ سیدنا حسینؓ بھی اسی لشکر میں شامل تھے، آپ کے امام عادل (یزید) نے ان کو جس بے دردی سے شہید کروایا وہ ڈھکی چھپی بات نہیں، اگر مغفور لہم کو فاسق کہنا اس حدیث کی مخالفت ہے تو اس لشکر میں شامل ہونے والے کو شہید کروانا اِس حدیث پر ایمان ہے؟

۴۔ مولانا! آپ جانتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی اس لشکر میں شریک تھے، اور مغفور لہم کے وعدہ میں شامل تھے، مگر آپ کے امام عادل انہیں ملحد قرار دیتے ہیں، ان کو حرم میں بھی معاف نہیں کرتے، ان کے لیے حرمِ پاک گراتے ہیں اور جلاتے ہیں، مدینہ منورہ پر جب حملہ کیا وہاں بھی کئی صحابی اور تابعین موجود تھے جو اس لشکر میں شریک تھے اور مغفور لہم کے وعدہ کے مصداق تھے، مگر آپ کے امام عادل نے مدینہ میں بھی معاف نہیں کیا، ان کی جان و مال کو مباح قرار دیدیا۔

۵۔ مولانا! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ: اس جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی شریک تھے، وہ آپ کے امام عادل کو کیا خط لکھ رہے ہیں، لکھتے ہیں: ''تو نے جو مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کروں اور ابن زبیرؓ سے ان کو نفرت دلاؤں اور ان کو بے یارو مددگار چھوڑنے پر آمادہ کروں ایسا بالکل نہیں ہوسکتا، نہ تمہاری خوشی ہمیں مطلوب ہے اور نہ تمہارا اعزاز، اور یہ ہو بھی کس طرح سکتا ہے حالانکہ تم نے حسینؓ اور جوانانِ عبدالمطلب کو قتل کیا جو ہدایت کے چراغ اور ناموروں میں ستارے تھے۔ تمہارے سواروں نے تمہارے حکم سے ان لوگوں کو آغشتہ بخون ایک کھلے میدان میں اس حال میں ڈال دیا تھا کہ ان کے بدن پر جو کچھ تھا، وہ چھینا جاچکا تھا، پیاس کی حالت میں انہیں قتل کیا گیا اور بغیر کفن، بے سہارا پڑا رہنے دیا گیا۔ ہوائیں ان پر خاک ڈالتی رہیں اور بھوکے بجو باری باری ان کی لاشوں پر آتے جاتے رہے، تا آنکہ حق تعالیٰ نے ان کے لئے ایسی قوم کو بھیجا جن کے ہاتھ ان کے خون سے رنگین نہ تھے۔ ان لوگوں نے آکر ان کو کفن دیا اور دفن کیا۔ حالانکہ بخدا انہیں کے طفیل تمہیں یہ عزت ملی ہے، اور تجھے اس جگہ بیٹھنا نصیب ہوا جس جگہ اب بیٹھا ہوا ہے، اَب میں خواہ سب چیزیں فراموش کردوں مگر اس بات کو فراموش نہیں کرسکتا کہ تو نے ہی حسینؓ کو مجبور کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم سے حرمِ الٰہی میں پہنچایا پھر تو اپنے سواروں کو برابر ان کے پاس بھیجتا رہا اور مسلسل لگا رہا تا آنکہ ان کو عراق کی طرف روانہ کر کے چھوڑا۔ چنانچہ وہ حرم مکہ سے اس کیفیت میں نکلے کہ ان کو دھڑکا لگا ہوا تھا اور پھر تیرے سواروں نے ان کو جالیا۔ یہ سب کچھ تو نے خدا، رسول اور اہلِ بیت کی عداوت میں کیا، جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست دور کر کے ان کو خوب پاک اور صاف کر دیا تھا۔ حسینؓ نے تمہارے سامنے صلح کی بھی پیش کش کی اور واپس لوٹ جانے کی بھی درخواست کی، مگر تم نے یہ دیکھ کر کہ وہ اس وقت بے یارو مددگار ہیں تو ان کے خاندان کا استحصال کیا جاسکتا ہے، موقع کو غنیمت جانا اور تم ان کے خلاف باہم تعاون کر کے اس طرح ٹوٹ پڑے کہ گویا تم مشرکوں اور کافروں کے خاندان کو قتل کر رہے ہو۔ بس میرے نزدیک اب اس سے زیادہ کیا تعجب کی بات ہوگی کہ تو میری دوستی کا طالب ہے، حالانکہ تو میرے دادا کے خاندان کو قتل کر چکا ہے اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے۔ اب تو میرے انتقام کا ہدف ہے اور اس خیال میں نہ رہنا کہ آج تو نے ہم پر فتح پالی ہے ہم بھی کسی نہ کسی دن تجھ پر فتح پا کر رہیں گے۔'' [الکامل فی التاریخ: ۲/ ۲۰۴]'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۸۸ تا ۵۹۰]

۶۔ مغفور لہم والی بشارت کے مستحق وہی شرکاء جہاد ہوں گے جو ان صفات پر قائم رہیں، بشارت کے وقت جو ان میں صفات مرضیہ، صفات حسنہ تھیں۔ اور اگر بعد میں وہ ان صفات سے عاری اور خالی ہوگئے۔ ان صفات سے نکل گئے تو وہ اس بشارت سے بھی نکل جائیں گے اور وہ اس شہادت میں شامل نہ رہیں گے، چونکہ یزید اس بشارت کے بعد فحش قسم کے فسق و فجور میں مبتلا ہوگیا۔ اس لیے وہ مغفور لہم کی بشارت سے نکل گیا۔

مولانا! اگر شرکاء بشارت میں سے بعد میں کوئی مرتد ہوجائے تو کیا پھر بھی وہ بشارت کا مستحق رہ جائے گا؟ (عمدۃ القاری، ارشاد الساری، وغیرہ)

۷۔ یزید اس بشارت میں تب شامل ہوگا جب اس جہاد میں اس کی شرکت مخلصانہ ہو اور اگر اس کی شرکت جبری ہو تو ممکن ہے وہ اس بشارت میں

شامل نہ ہو جب کہ اس جہاد میں یزید کی شرکت قہری وجبری تھی، چنانچہ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ لکھتے ہیں کہ: ''۴۹ھ یا ۵۰ھ میں حضرت معاویہؓ نے جہاد کے لیے ایک بڑا لشکر بلادِ روم کی طرف روانہ کیا، اور اس لشکر کا امیر سفیان بن عوفؓ کو مقرر فرمایا۔ اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا۔ مگر یزید نے تعمیل حکم میں سستی کی اور معذرت کر دی۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے بھی اسے رہنے دیا۔ وہاں جنگ میں کچھ لوگ بھوک اور شدید مرض کا شکار ہوئے تو یزید نے یہ شعر کہے، جن کا ترجمہ یہ ہے: مجھے کچھ پروا نہیں کہ روم میں مسلمانوں کے فوجی کیمپ ''غدقدونہ'' میں مسلمانوں کو چیچک اور بخار کا سامنا ہے، جبکہ میں دیر مران میں گدوں پر اونچے اونچے تکیوں کے سہارے بیٹھا ہوں اور میرے سامنے ام کلثوم ہے۔'' ام کلثوم یزید کی بیوی (اور) عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھی۔ حضرت معاویہؓ کو جب اُس کے اِن اشعار کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس کو قسم دے کر بتاکید کہا کہ: اسے روم میں سفیان کے پاس پہنچنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہیں یہ بھی گرفتار ہو۔ اب جو یہ روانہ ہوا تو اس کے والد ماجد نے ایک انبوہ کثیر کا اس کے ساتھ اور اضافہ کر دیا۔ اور اسی لشکر میں حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی تھے۔ اور عبدالعزیز بن زرارہ کلابی بھی! چنانچہ یہ لوگ بلادِ روم میں گھستے ہی چلے گئے، تا آنکہ تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے قسطنطیہ جا پہنچے۔ (اِس غزوہ کا ذکر حدیث میں بھی ہے۔) [کامل ابن الاثیر: ۴۷۹/۲]'' [تجلیاتِ صفدر: ۵۶۹/۱] اِس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ: اِس غزوہ میں بڑے لشکر کے امیر سفیان بن عوفؓ تھے۔ اور اِس ذیلی لشکر کا امیر یزید تھا۔ اور شاید امارت کی ذمہ داری موصوف کے سر اِس لیے ڈال دی کہ: خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ام کلثوم کی مقناطیسی کشش اس کو کھینچ لے!

۸۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنیؒ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ سے جواب نقل کرتے ہیں: ''اِس دوسرے خواب کا مصداق یزید اور اُس کے ساتھی نکلے، جیسا کہ تاریخ جاننے اور اَحادیث پڑھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح بیعۃ الرضوان میں منافقین شریک ہوئے اور نفاق کی وجہ سے اِس بشارت (یعنی) اللہ تعالیٰ کی رضا مندی سے محروم ہو گئے۔ یزید بھی اپنی اندرونی خرابیوں کی وجہ سے اِس بشارت کی فضیلت سے محروم ہو گیا۔'' [مکتوبات شیخ الاسلام: ۲۲۵/۱، مکتوب: ۸۹]

شبہ نمبر ۷: مہتمم جامعہ یوسفیہ نے امام ابوحنیفہ کو طرف فسق یزید کے بارے توقف کی نسبت کی، لکھتے ہیں: ''ہمارے امام فقیہ الامۃ رحمہ اللہ کی دوربین نگاہ نے اس لئے توقف کا راستہ دکھایا ہے۔''

جواب: اس کے جواب میں مولانا محمد امین صفدرؒ لکھتے ہیں: ''آپ کا یہ فقرہ ہمارے امام الخ پڑھ کر مجھے خود توقف ہوا کہ ایسی بے بنیاد باتیں اَن پڑھ واعظوں کا شیوہ تو ہو سکتی ہیں مگر ایک شیخ الحدیث اور وسیع النظر کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ آپ تو اتفاق اور اختلاف کے مقامات کو جانتے ہیں۔ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں: ''ان أهل السنة و الجماعة اختلفوا فی تکفیر یزید بن معاویة۔ اہل السنۃ والجماعۃ میں یزید کی تکفیر میں اختلاف ہے بعض (نے) کافر (کہا) اور بعض (نے) مسلم۔ پھر لکھتے ہیں: ''وعلی القول بأنه مسلم فهو فاسق شریر سکیر جائر۔'' اور جو اس کو مسلمان کہتے ہیں وہ اس کو فاسق، شریر، نشہ کرنے والا اور ظالم کہتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں: ''وبعد اتفاقهم علی فسقه اختلفوا فی جواز لعنه باسمه۔'' [الصواعق المحرقہ: ۲۲۲] یعنی اس کے فاسق ہونے پر تو اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اِس بارہ میں امام صاحب کا توقف کا قول ملتا ہے۔ فسق میں آپ کا توقف کا قول ہماری نظروں سے نہیں گزرا۔ اگر لعن والے قول کو یہاں چسپاں کرتے ہو تو: یحرفون الکلم عن مواضعه کے جرم سے توبہ لازم ہے اور اگر کوئی مفتی بہ قول فسق میں توقف کا ہے تو ضرور پیش کریں [تجلیاتِ صفدر: ۵۹۰/۱]

شبہ نمبر ۸: یزیدی لوگ کہتے رہتے ہیں کہ: طبری اور البدایہ میں لکھا ہے کہ: حضرت حسینؓ نے کہا تھا کہ: مجھے یزید کے پاس جانے دو، تاکہ میں اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دے دوں۔

جواب: اس کے جواب میں مولانا محمد امین صفدرؒ لکھتے ہیں: ''میں آپ کے (یعنی مولوی ضیاء الرحمان ہزاروی کے) سامنے اصل عربی عبارت رکھ دیتا ہوں، یہ آپ تلاش کر دیں کہ آپ کی تحریر کس عبارت کا ترجمہ ہے؟

[ا]۔ ہانی بن ثبت الحضرمی جو عمرو بن سعد اور امام حسینؓ کی گفتگو کے درمیان امام حسینؓ کے نمائندہ تھے، فرماتے ہیں کہ: کافی رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں، ''حتی ذهب من اللیل هذیع، ثم انصرف کل واحد منهما الی عسکره بأصحابه، وتحدث الناس فیما بینهما ظناً یظنون

أن حسيناً قال لعمرو بن سعد: اخرج معی الی یزید بن معاویة رضی اللہ عنہ وندع العسکرین۔" [طبری: ۴/۳۲۳] "فتکلما طویلاً حتی ذھب ھذیع من اللیل، ولم یدر أحد ما قالا، ولکن ظن بعض الناس أنه سأله أن یذھب معه الی یزید بن معاویة رضی اللہ عنہ الی الشام ویترک العسکرین متواقفین۔" [البدایه والنھایه: ۸/۱۷۷] یہ سارا قصہ ۲ محرم جمعرات کا ہے۔ [البدایہ: ۸/۱۷۶] دس (۱۰) محرم جمعہ کو جب قیس بن الاشعث نے کہا: آپ ابن زیاد کی بات مان لیں! تو فرمایا: "لا واللہ لا أعطیھم بیدی عطاء الأصل ولا أقر اقرار البید، عباداللہ! انی عذت بربی وربکم أن ترجمون۔ أعوذ بربی وربکم من کل متکبر لایؤمن بیوم الحساب"۔ [الکامل: ۲/۵۶۲]

[۲] -عقبہ بن سمعان کی روایت: "قال لقد صحبت الحسین رضی اللہ عنہ من مکة الی حین قتل: واللہ ما من کلمة قالھا فی موطن الا وقد سمعتھا، وانه لم یسأل أن یذھب الی یزید فیضع یده الی یده ولا أن یذھب الی الثغور، من ثغر، ولکن یطلب منھم أحد أمرین: اما أن یرجع من حیث جاء، واما یدعوه یذھب فی الأرض العریضة حتی ینظر مایصیر أمر الناس الیه۔" [البدایہ: ۸/۱۷۷، طبری: ۴/۳۱۳]

[۳] -عمار دھنی شیعہ کی روایت: "قال له الحسین رضی اللہ عنہ: اختر واحدة من ثلاث، ام أن تدعونی فانصرف من حیث جئت، واما أن تدعونی فأذھب الی یزید، واما أن تدعونی فألحق بالثغور، فقبل ذلک عمر۔ فکتب الیه عبیداللہ بن زیاد: لا ولا کرامة حتی یضع یده فی یدی۔ فقال الحسین رضی اللہ عنہ: لا! واللہ لایکون ذلک أبداً، فقاتله، فقتل أصحاب الحسین رضی اللہ عنہ کلھم، وفیھم بضعة عشر شابا من أھل بیته۔" [البدایہ والنہایہ: ۸/۱۹۹۔ طبری: ۴/۲۹۲]

ان تین روایتوں میں سے پہلی روایت میں صراحت ہے کہ: لوگوں نے محض اپنے ظن اور خیال سے یہ بات پھیلا دی ہے۔

دوسری روایت میں شدید اِنکار ہے کہ سیدنا حسینؓ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ: میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دوں گا۔

اور تیسری روایت کا راوی عمار دھنی شیعہ ہے۔ اگر حضرت علیؓ حضرت حسینؓ، حضرات اہل بیتؓ کے فضائل ومناقت میں شیعہ راوی کی تاریخی روایات قابل قبول نہیں تو یہ روایت بھی مقبول نہ ہونی چاہیے۔ علاوہ ازیں اس روایت میں بھی یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کا ذکر نہیں، اور جب عبیداللہ بن زیادہ نے کہا کہ: آپ کو تب اعزاز واکرام حاصل ہوگا جب آپ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھ دیں گے۔ تو حضرت حسینؓ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

[۴] -چوتھی روایت جس کو یزیدی حضرات بطور دلیل ذکر کرتے رہتے ہیں، اس کا راوی ابومخنف ہے جو خود یزیدیوں کے قول کے مطابق غالی شیعہ، جلا بھنا شیعہ ہے۔ اس کی روایت یزیدیوں کے نزدیک غیر معتبر اور مردود ہے۔ لیکن ہائے یزید کی محبت کہ اس کے دفاع میں متعصب غالی شیعہ کی روایت کو دلیل بناتے ہیں۔ پھر اس کا استاد مجالد بن سعید کذاب ہے۔ [الجرح والتعدیل: ۶/۳۶۱]

روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ: حضرت حسینؓ اور عمرو بن سعد کے دو تین مرتبہ تنہائی میں مذاکرات ہوئے تو عمر بن سعد نے عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتنہ کی آگ کو بجھا دیا ہے اور اتفاق ہوگیا ہے۔ حسینؓ نے مجھے کہا ہے کہ: میں جہاں سے آیا ہوں، وہاں واپس چلا جاتا ہوں یا کہیں سرحدوں کی طرف چلا جاتا ہوں۔ الا یہ کہ "أن یأتینی یزید امیر المؤمنین، فیضع یده فی یده، فیری فیما بینه وبینه رأیه۔" [طبری: ۴/۳۱۳] یہ آپ کے سامنے چاروں روایات ہیں، اِن میں سے کسی میں بھی آپ کی بات صحیح یا حسن سند کے ساتھ ثابت نہیں، اس لیے شیخ محمد الخضری المصری لکھتے ہیں: "ولیس بصحیح أنه عرض علیھم أن یضع یده فی ید یزید۔" [محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ: ۱۶۸] [تجلیاتِ صفدر: ۱/۵۵۳ تا ۵۵۵، بتغییر]

شبہ ۹: یزید کو ملعون مردود اور پلید کہہ کر حضرت معاویہؓ اور اکابر صحابہ کے بارے میں عامۃ الناس کے اذہان کو سوئے ظن سے محفوظ رکھنا تقریباً ناممکن ہے۔

جواب: مناظر اعظم فرماتے ہیں: ۱۔ تقریباً ۱۴۰۰ سال تک اہل سنت والجماعت کا فسق یزید پر اجماع رہا، ذرا اسلامی لٹریچر سے دکھائیں کہ اس فسق یزید کے قول سے کتنے عوام صحابہ کرام سے بدظن ہوئے؟۔ ۲۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں؟ کہ سیدنا معاویہ یا کسی اور صحابی کے مشورہ سے یزید نے حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرایا تھا؟۔ ۳۔ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے میں کون سے صحابی کا مشورہ شامل تھا؟۔ ۴۔ حرم کعبہ پر گولے برسانے میں کس صحابی کا مشورہ شامل تھا؟۔ ۵۔ کسی ایک صحابی نے ان کاموں میں یزید کو عادل اور صالح قرار دیا ہو تو نام بتادیں۔

مناظر اعظم فرماتے ہیں: سیدنا معاویہؓ کی حیات میں اس قسم کی کھلم کھلا بے حیائیاں یزید نے نہ کی تھیں، تو امیر معاویہؓ پر کیا اعتراض؟ ۔ بالفرض اس وقت کسی درجے میں فاسق تھا تو کسی شرعی مصلحت کیلئے فاسق کی تولیت اور امارت فتنہ سے بچنے کیلئے کسی فاسق کی بیعت کس اصولِ اہل سنت کے موافق گناہ ہے؟ ذرا واضح فرمائیں۔

شبہ ۱۰: بعض علماء نے یزید کی تعریف کی ہے، اور یزید کا دفاع کیا ہے، جیسے امام غزالی وغیرہ۔

جواب: ۱۔ جب یزید کے فسق پر جمہور علمائے امت کا اجماع ہے تو اس کے مقابلہ میں شاذ قول کا اعتبار نہ ہوگا۔ ۲۔ تعریف بایں معنی ہے کہ یزید کافر نہیں، مسلمان ہے، اس پر نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں، یہ بھی صالحیت کا ایک درجہ ہے، لیکن اس درجہ صالحیت کے ثابت کرنے سے اور جوازِ لعن کی نفی کرنے سے یزید سے عملی فسق کی نفی نہیں ہوتی۔

[۴] ۔ دفاع حضرت حسین رضی اللہ عنہ و ہم نوا اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

عصر حاضر کے نانوتوی مولانا محمد امین صفدرؒ (مولانا محمد اورکزئی) مہتمم جامعہ یوسفیہ کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں:

(۱)...... ''موقر رسالہ ''الخیر'' میں محرم کے شمارہ میں اِس عاجز کا ایک مضمون سیدنا حسینؓ کے عنوان سے شائع ہوا، ظاہر ہے کہ امام مظلوم کی سیرت میں آپ کی شہادت کا واقعہ بھی آنا تھا۔ یہاں آپ کا ٹکراؤ یزید کی حکومت سے تھا، اب یہاں دو ہی راستے ہوسکتے تھے:

[۱] ۔ ایک یہ کہ یزید کو خلیفہ عادل وصالح مان لیا جائے اور اس کے مخالفین کو فاسق اور باغی تسلیم کرلیا جائے۔

[۲] ۔ یا مخالفین یزید کو عادل وصالح مان لیا جائے اور یزید کی فاسق کہہ دیا جائے۔

یزید کے مدِمقابل کون تھے۔

۱۔ سیدنا حسینؓ جو صحابی بھی ہیں، اہل بیت بھی ہیں اور نوجوانانِ جنت کے سردار بھی ہیں۔ (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے مطابق محبوبِ خدا، محبوبِ مصطفی اور محبوبِ اُمت محمد مصطفی بھی ہیں۔)

۲۔ مدینہ منورہ کے صحابہ کرامؓ جن میں مہاجرین اور انصار شامل تھے۔ اور مدینہ منورہ کے جلیل القدر تابعین باحسان رحمہم اللہ

۳۔ اور نواسہ صدیق اکبر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ۔ اور اہل مکہ جن میں اُس وقت صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام رحمہم اللہ تھے۔

اَب اگر ہم پہلا راستہ اختیار کر کے یزید کو عادل اور صالح کہتے ہیں اور سیدنا حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ان سب مہاجرین وانصار صحابہ کو باغی اور فاسق قرار دیں تو یہ اہل السنۃ والجماعۃ کے بنیادی عقیدہ عظمتِ صحابہ اور عدالتِ صحابہ کے خلاف ہے۔ کوئی اہل السنۃ والجماعت یہ بات سوچ بھی نہیں سکتا۔ اِس لیے میں نے بھی اپنے مضمون میں دوسرا راستہ اختیار کیا، کیونکہ عظمتِ صحابہ کرام اور عدالتِ صحابہ کرام پر کتاب وسنت اور اجماع کی نصوص مثل آفتاب نیم روز (اور مثل) ماہتاب نیم ماہ کے روشن ہیں۔ اور تاریخ کی باتیں اُس وقت تک قابل قبول ہوں گی جب تک وہ کتاب وسنت اور اِجماعی عقائد سے نہ ٹکرائیں۔ اِس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ فسق یزید کا مسئلہ محض ''تاریخی مسئلہ'' نہیں بلکہ اس کے ساتھ عظمتِ صحابہ کا تعلق ہے جو ''عقائد کا مسئلہ'' ہے۔'' [تجلیات صفدر: ۱/ ۵۷۸]

دوسرے مقام میں لکھتے ہیں: ''سیدنا امام حسینؓ کے اِس خروج کی بنیاد یزید کا فسق و فجور تھا اور ان کی تحریک کی بنیاد خلافتِ عادلہ کا قیام تھا۔ وہ خدانخواستہ ایک غیر اسلامی چیز یعنی نسلی تعصب کی بناء پر مدعی خلافت نہ تھے۔'' [تجلیات صفدر: ۱/ ۵۴۵]

(۲)...... ہاں! یہ فرمائیں کہ اگر واقعی یزید عادل اور صالح تھا، تو اُس کے خلاف سیدنا امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے خروج کا کیا حکم ہے؟ کیا یزید کو عادل اور صالح مان کر آپ امام حسینؓ کو فسق سے بچا سکتے ہیں؟ اگر یزید عادل تھا تو سات سو (۷۰۰) مہاجرین وانصار اور دس ہزار دیگر اہل مدینہ نے جو اس کی بیعت کو توڑ کر جانیں تک قربان کردیں اور سینکڑوں صحابہ تابعین روپوش رہے، کیا آپ ان جلیل القدر صحابہ کو فسق کے فتویٰ سے بچا سکتے ہیں؟ آپ خود سوچیں کہ ان سب کو فاسق کہنا عظمت صحابہ کے موافق ہے یا عظمت صحابہ کے تحفظ کے لیے ایک یزید کو فاسق کہہ دینا بڑا جرم ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور تمام اہل مکہ نے صالح اور عادل کی بیعت توڑ کر نیکی کی یا گناہ؟ آپ ان سب کو جن میں صحابہ اور تابعین رحمہم اللہ ہیں فاسق قرار دیتے ہیں۔ اَب آپ ہی فرمائیں کہ ایک یزید کو عادل کہنے سے کتنے صحابہ، جلیل القدر تابعینؒ اور اہلِ بیت کو فاسق کہنا لازم آتا ہے؟ ناموس صحابہ کے تحفظ کے لیے ضروری

ہے کہ اس کو فاسق ہونا مان لیا جائے۔آخر میں عرض ہے کہ اگر کوئی جملہ سخت نکل گیا ہو تو درگزر فرمائیں۔اور غور فرمائیں کہ ناموس صحابہ کے تحفظ کے لیے کون سا راستہ درست ہے، حضرت بنوریؒ اور اکابر والا یا آپ کا؟[تجلیاتِ صفدر:۱/ ۵۹۴]

(۳)......وفد مدینہ کی رپورٹ جو تجلیاتِ صفدر[۱/ ۵۹۲] میں درج ہے اور''احوالِ یزید'' میں ہم درج کر چکے ہیں۔

نیز حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کا مدینہ منورہ میں حلفیہ اعلان:''**واللہ ماأخرجنا علی یزید حتی خفنا أن نرمی بالحجارة من السماء، ان کان رجلا ینکح امهات الأولاد والبنات والأخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوة۔**''[تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۸۷، بحوالہ:**الصواعق المحرقه**:۲۲۱] خدا کی قسم ہم یزید کے خلاف اس وقت تک نہیں نکلے یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ اَب نہ اُٹھنے سے آسمان سے ہم پر پتھر نہ برس پڑیں۔یہ وہ آدمی ہے جو باپ کی اُن لونڈیوں سے صحبت کرتا ہے جن سے باپ کی اولاد پیدا ہوئی ہے۔اور بیٹیوں اور بہنوں سے بھی صحبت کرتا ہے۔شراب پیتا ہے اور نمازیں نہیں پڑھتا۔

اور ام الخبائث (شراب) کے عادی شخص سے ایسے قبیح اور فحش ترین اَفعال کا صدور ممکن ہے، بعید اَز عقل و قیاس نہیں۔صحابہ کرام کے اِن بیانات سے اِس بات کی تائید و تاکید ہوجاتی ہے کہ سیدا شباب اہل الجنۃ' ریحانۃ الرسول حضرت حسینؓ کے خروج کی بنیاد نسلی تعصب یا حبِ جاہ، ہوسِ اقتدار نہ تھی، بلکہ اُنکا مقصود تھا: فاسقانہ حکومت کا خاتمہ اور عادلانہ حکومت کا قیام!

(۵)۔صحابہ کرام ﷺ کی دو جماعتوں کا دفاع:

اس کی تفصیل سے قبل ایک مختصر مسئلہ ذہن نشین کرلیں! اگر خلیفہ وقت ایسے فسق کا مرتکب ہو جس کا اثر اس کی ذات تک محدود ہو تو اس کی وجہ سے وہ معزول نہیں ہوتا، لیکن وہ اِس لائق ہے کہ اس کو معزول کر دیا جائے۔اور اس کے لیے شرط یہ ہے کہ معزول کرنے والی شخصیت ذی شوکت ہو یعنی اس کے پاس اتنی قوت و طاقت ہو کہ بغیر کسی بڑے قتل و قتال کے اور امت میں انتشار و قتل و غارت کے بغیر اس کو معزول کرنا ممکن ہو۔چنانچہ مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:''**القسم الرابع: أن یرتکب السلطان فسقاً مقتصرا علی نفسه، کالزنا و شرب الخمر۔ وحکمه: أن لا ینعزل ولکنه یستحق العزل؛ فعلی الأمة أن تعزله، الا أن تترتب علی العزل فتنة۔**''۔[تکملہ فتح الملہم :۳/ ۳۲۹] اگر بادشاہ ایسے فسق کا مرتکب ہو جس کا اثر اس کی ذات تک محدود ہو تو وہ اس سے معزول نہیں ہوتا لیکن وہ معزول کردیئے جانے کا مستحق ہے، پس اُمت پر اس کو معزول کرنا لازم ہے، الا یہ کہ اس اقدام کرنے پر فتنہ واقع ہونے کا خطرہ ہو۔

اَب مولانا محمد امین صفدرؒ کی بات ملاحظہ کیجیے! جس میں مولانا موصوف نے ایک علمی مشکل کو بھی حل کیا ہے اور صحابہ کرامؓ کی دونوں جماعتوں کا بھرپور دفاع بھی کیا ہے۔اور اِس سوال کا بھی علمی جواب دیا ہے کہ: اگر یزید کے خلاف خروج کے جواز کی کوئی وجہ نہ تھی تو حضرت حسینؓ نے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ نے کیوں خروج کیا؟ اور اگر بوجہ فسقِ یزید خروج کرنا لازم تھا تو بعض صحابہ کرام نے حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر کا اِس خروج میں ساتھ کیوں نہ دیا؟ چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا امین صفدرؒ لکھتے ہیں:

''جب یزید بادشاہ بن بیٹھا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اختلاف ہوا۔مؤرخ ابن خلدون لکھتے ہیں:''**لما حدث فی یزید ما غدث من الفسق، اختلفت الصحابة ﷺ حینئذ فی شانه۔**''۔[] یعنی جب یزید میں فسق و فجور ظاہر ہوا، اُس وقت صحابہ میں اس کے بارے میں اختلاف رائے ہوا۔

یاد رَہے! اِختلاف اِس میں نہیں ہوا کہ: یزید فاسق ہے یا نہیں! کیونکہ اُس کا فسق اَب محتاجِ بحث مسئلہ نہ تھا۔اِختلاف اِس میں تھا کہ اس فاسق کے بارہ میں کیا طریق کار اختیار کیا جائے؟ پس صحابہ کی (دو جماعتیں ہوگئیں:)

۔ایک جماعت یزید کے خلاف خروج کرنے اور اس کے فسق و فجور کی وجہ سے بیعت توڑنے کی قائل تھی، جن کے سربراہ حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے۔

۔صحابہؓ کی دوسری جماعت خروج کی منکر تھی، اِس لیے نہیں کہ اُن کو یزید کے فاسق ہونے میں شک تھا، بلکہ اِس لیے خروج سے منکر تھی کہ اِس سے فتنہ اُٹھے گا اور قتل و قتال ہوگا۔

پھر حالات بھی ایسے نہیں تھے (یعنی قوت وشوکت حاصل نہیں تھی) کہ یہ دعوت پوری ہو۔صحابہ کرام کی اِس جماعت نے اسی فتنہ وفساد کے خوف سے یزید کے خلاف خروج سے احتراز کیا اور یہ صحابہ کرامؓ یزید کی ہدایت اور اس سے مسلمانوں کی نجات کے لیے دعا کرنے میں مشغول ہو گئے۔اِن صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے حضرت حسینؓ کو بھی مشورہ دیا کہ: آپ خروج نہ فرمائیں۔مگر یہ کہہ کر نہیں کہ: ''یزید فاسق نہیں۔'' بلکہ اس لیے منع کیا کہ جن اہلِ کوفہ پر آپ بھروسہ کر رہے ہیں وہ منافق ہیں۔علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں: ''یہ سب حضرات (دونوں فریق) مجتہد تھے،اِن میں سے کسی پر نکیر کرنا جائز نہیں۔یہ بات طے شدہ ہے کہ: ان سب حضرات کا نصب العین صرف نیکی اور حق تھا۔اللہ تعالیٰ ان کی اقتداء کی ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔''......

یہ بات خوب ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسلمانوں میں فتنہ وفساد سے بہت ڈرتے تھے،حافظ ابن کثیرؒ محدث لکھتے ہیں: ''اصحاب بدر میں سے کچھ صحابہ شہادتِ عثمانؓ کے بعد اپنے گھروں میں ایسے بیٹھے کہ پھر وہ قبروں کی طرف ہی گھروں سے نکلے۔''[البدایہ:۷/۲۵۴] خود محمود عباسی بھی ''اتمام الوفاء'' کے حوالہ سے لکھتا ہے: ''اس زمانہ میں صحابہ کرام کی کثیر تعداد،حجاز،شام،بصرہ،کوفہ،مصر میں موجود تھی،ان میں سے کوئی بھی یزید کے خلاف نہ خود کھڑا ہوا نہ حسینؓ کے ساتھ۔اور نہ انہوں نے یزید کے ساتھ ہو کر قتال کیا بلکہ اس فتنہ سے الگ تھلگ رہے۔''[تحقیق مزید:۲] صاف معلوم ہوا کہ: جو صحابہؓ یزید سے نہیں لڑے،وہ یزید کو فتنہ ہی سمجھتے تھے۔ابن خلدون فرماتے ہیں کہ: ''کسی ایک صحابی نے بھی سیدنا حسینؓ کو اِس خروج میں گناہ گار قرار نہ دیا۔''[ص:۱۸۰]

مؤرخ ابن خلدون یہ بھی لکھتے ہیں کہ: ''سیدنا حسینؓ اپنے آپ کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ان میں یہ اہلیت جیسی وہ سمجھتے تھے،ویسی ہی تھی،بلکہ اُس سے بھی زیادہ تھی۔''[ص:۱۸۱] نیز فرماتے ہیں: ''دوسرے صحابہ کرامؓ (جنھوں نے خروج نہ کیا۔) شیعانِ کوفہ کو منافق جانتے تھے،اس لیے ان (کوفیوں) کو ذی شوکت نہیں مانتے تھے۔امام حسینؓ ان کو قوت سمجھتے تھے۔اِس بارے میں دوسرے صحابہ کرامؓ کا اندازہ صحیح نکلا،اور سیدنا حسینؓ کا اندازہ صحیح نہ نکلا۔لیکن یاد رہے کہ: یہ ایک دنیوی اَمر میں اندازہ کی غلطی تھی،جس سے دین میں کوئی نقصان نہیں۔''[ص:۱۸۱] اور یہ طے شدہ بات ہے کہ مجتہد اگر معصوم نہیں ہوتا تو مطعون بھی نہیں ہوتا،وہ ہر حال میں ماجور ہوتا ہے۔پھر فرماتے ہیں کہ: ''حضرت حسینؓ سے یزید کا قتال اُس کی اُن حرکتوں میں سے ایک حرکت ہے جو اُس کے فسق کو اور پختہ کر دیتی ہے۔ہاں! حضرت حسینؓ شہید تھے۔اللہ کی طرف سے اجر وثواب کے مستحق ہوئے۔وہ برحق تھے اور اپنے اجتہاد پر عامل (تھے)۔''[ص:۱۸۰]'' [تجلیاتِ صفدر:۱/۵۴۴ تا ۵۴۶]

(۶)۔ناصبیوں اور یزیدیوں سے چند سوالات:

مناظر اعظم،محقق العصر،ترجمان اہل سنت دیوبند حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ نے اپنے مضامین اور دروس میں ناصبیوں اور یزیدیوں سے چند سوالات کیے ہیں،جو درج ذیل ہیں:

سوال ۱: یزیدی ملتان کے ہوں یا لاہوری،وہ ''خلافتِ معاویہ ویزید'' نامی کتاب (مؤلفہ ناصبی یزیدی محمود احمد عباسی) کی خوب ترغیب دیتے ہیں اور خوب پرچار کرتے ہیں۔حالانکہ اس کتاب میں حضرت حسینؓ کی صحابیت کا اِنکار کیا گیا ہے۔کیا آپ لوگ بھی منکر ہیں؟

سوال ۲: ''خلافتِ معاویہ ویزید'' جو آپ لوگوں کی محبوب ترین کتاب ہے،اُس میں حضرت علیؓ،حضرت فاطمہؓ،حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے ''اہل بیت'' ہونے کا انکار کیا گیا ہے۔کیا آپ بھی ان حضرات کے اہلِ بیت ہونے کے منکر ہیں؟

سوال ۳: آپ لوگوں کی محبوب کتاب ''خلافتِ معاویہ ویزید'' میں حضرت علیؓ کی خلافت کے انعقاد اور اس کے خلافتِ راشدہ ہونے کا انکار کیا گیا ہے،کیا آپ بھی اِس کے منکر ہیں؟

اگر آپ اِن تین اُمور کے منکر نہیں تو آپ لوگوں نے اِس کے خلاف آواز کیوں نہیں اُٹھائی اور اس کتاب کا پرچار کیوں کرتے ہیں؟ بلکہ فروخت کے لیے اِس کا سٹاک کیوں رکھتے ہیں؟ کتاب ملنے کے پتہ جات میں ایک پتہ یہ بھی درج ہے: ''ملتان: مکتبہ نادیۃ الادب الاسلامی۔۲۳۲ ر کوٹ تغلق شاہ ملتان''

سوال ۴: کتاب ''خلافتِ معاویہ ویزید'' میں حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے فضائل ومناقب کی نفی اور تردید ہے،جب کہ یزید کے فضائل ومناقب اتنے بیان کیے گئے ہیں کہ یوں لگتا ہے جیسے ان حضرات کے نزدیک حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ سے یزید افضل ہے،اور ان سے زیادہ خوبیوں اور کمالات کا

حامل ہے۔ حتیٰ کہ جن راویوں اور جن کتابوں کے غیر معتبر ہونے کی وجہ سے فضائل علیؓ اور مناقبِ حسینؓ، مناقب اہل بیت کو رد کیا گیا ہے، انہی راویوں اور کتابوں سے یزید کے فضائل ومناقب نقل کیے گئے ہیں۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو آپ لوگ اس کتاب ومصنف کے مداح اور پر چارک کیوں ہیں؟ صرف اس لیے کہ اس میں یزید کی مدح سرائی ہے؟

سوال ۵: کیا کسی ایک صحابی نے بھی حضرت حسینؓ کو خروج سے منع کے وقت یزید کا عادل وصالح ہونا بتایا تھا؟

سوال ۶: کیا کسی ایک بھی صحابی نے خروجِ حسینؓ کو گناہ قرار دیا تھا؟

سوال ۷: اگر یزید عادل وصالح تھا اور شرعاً خروج نا جائز تھا تو حضرت حسینؓ وہم نوا صحابہ وتابعین باغی اور واجب القتل تھے یا نہیں؟

سوال ۸: اگر یزید عادل، صالح خلیفہ ہے تو اس کے خلاف خروج کرنے والے صحابہ وتابعین فاسق ہیں یا نہیں؟

سوال ۹: یزید کے عادل وصالح ہونے اور خروج کے عدم جواز کی صورت میں حضرت حسینؓ وہم نوا جو قتل ہوئے وہ شہید ہیں یا نہیں؟

سوال ۱۰: جو علماء واکابر یزید کو فاسق، یزید پلید وغیرہ کے الفاظ سے ذکر کرتے ہیں اُن کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

سوال ۱۱: شیعہ علوی، شیعہ عثمانی اور شیعہ رافضی میں فرق ہے یا نہیں؟ اور بخاری ومسلم کے راوی کون سے شیعہ تھے اور ان کی روایات کا حکم ایک ہے یا فرق ہے۔ دونوں صورتوں میں ان کا حکم با حوالہ تحریر فرمائیں۔

سوال ۱۲: اگر کسی صحابی یا تابعی نے یزید کے فسق کی صراحتاً نفی کی ہو تو اس کا مستند ومعتبر حوالہ پیش کریں؟

سوال ۱۳: اگر کسی موقع پر خود یزید نے اپنے فسق اور فسقیہ کاموں کا اِنکار کیا ہو اور تردید کی ہو تو مستند سند کے ساتھ حوالہ پیش کریں؟

سوال ۱۴: یزید کے چار سالہ دورِ حکومت میں مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام کے ساتھ جنگ کے علاوہ کفار کے ساتھ کتنی جنگیں ہوئیں اور کتنے ملک فتح ہوئے (جب کہ ناصبیوں اور یزیدیوں کے فرمان کے مطابق صرف حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے علاوہ باقی سب صحابہ وتابعین کی قوت وحمایت یزید کو حاصل تھی؟)

سوال ۱۵: خروج سے منع کرنے والے صحابہ کے منع کرنے کی وجہ کیا تھی، یزید کا عادل وصالح ہونا یا قتل وقتال اور انتشار سے بچنا؟

سوال ۱۶: کسی ایک صحابی نے بھی یزید کی تعدیل کی ہو خواہ مبہم ہی سہی، مستند حوالہ پیش کریں!

سوال ۱۷: محمد بن الحنفیہ نے یزید کو عادل صالح قرار دیا، اس کی صحیح سند پیش کریں!

(۷) ۔ دفاع کاتب وحی، خلیفہ عادل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ:

امین ملت، محقق العصر، ترجمان اہل سنت دیوبند حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ نے اسلام واکابر علماء اہل سنت دیوبند کے حوالہ جات کے ساتھ یزید کے فسق کا ثبوت پیش کر کے صحابی ونواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسینؓ اور ان کے ہم نوا دیگر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کا دفاع کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے علماء اہل سنت دیوبند کے مسلکِ اعتدال پر قائم رہتے ہوئے خال المومنین حضرت معاویؓہ کا دفاع بھی کیا ہے، مولانا موصوف کے حضرت حسینؓ اور یزید سے متعلقہ چار مضامین میں جو ''تجلیاتِ صفدر'' (جلد اول) میں مذکور ہیں، ان سے اور حضرت کے عقائد پر با حوالہ مدلل دروس اور مجالس علمی اور بیانات سے ملاحظہ کیجیے اور مولانا مرحوم کو دعائیں دیجیے کہ وہ اہل حق کے عظیم محسن ہیں۔

جوابات مناظر اعظم:

(۱) ۔ ''جب حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ سے صلح کی تھی تو اُنہی کو اپنا ولی عہد بھی بنایا تھا۔ لیکن جب ان کی وفات ہوگئی تو یزید کی طرف حضرت معاویؓہ کا رجحان قوی ہوگیا۔ اُن کی رائے یہ تھی کہ: وہ خلافت کا اہل ہے۔ اور یہ رائے باپ بیٹے کی شدید محبت کی وجہ سے تھی۔ نیز یہ رائے اس وجہ سے تھی کہ وہ یزید میں دنیوی نجابت اور شاہزادوں کی سی خصوصیات، فنون جنگ سے واقفیت، انتظام سلطنت اور اس کی ذمہ داری کو پورا کرنے کی صلاحیت دیکھتے تھے اور ان کا گمان یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ کے صاحبزادوں میں سے کوئی بھی اس اعتبار سے بہتر انتظام نہ کر سکے گا۔ اِس لیے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: مجھے خوف ہے کہ میں عوام کو بکریوں کے منتشر گلے کی طرح نہ چھوڑ جاؤں جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ تو ابن عمرؓ نے کہا کہ: جب سب لوگ اس کی بیعت کر لیں گے، میں بھی اس وقت کر لوں گا اگر چہ وہ کوئی غلام ہو۔ اور حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے حضرت سعید نے حضرت معاویہؓ سے کہا:

یزید کی بجائے مجھے ولی عہد بناؤ تو حضرت معاویہؓ نے اس کو ڈانٹا۔اس پر سعید نے کہا کہ: میرے ہی ابا نے آپ کو اس با عزت مقام پر پہنچایا ہے اور آپ اپنے بیٹے کو مجھ پر مقدم کر رہے ہیں، جب کہ میں ماں باپ کے لحاظ سے بھی اور خود بھی اس یزید سے بہتر ہوں۔حضرت معاویہؓ نے فرمایا: میں تیرے باپ کے احسانات کا اِنکار نہیں کر سکتا، اور تیرا باپ یقیناً یزید کے باپ سے بہتر ہے۔اور تیری ماں قریشی ہے، اور یزید کی ماں کلبیہ (بنوکلب قبیلے کی) ہے، اِس لیے تیری ماں بھی اس کی ماں سے بہتر ہے، اور تیرا یہ کہنا کہ: ''میں یزید سے بہتر ہوں۔'' تو خدا کی قسم! اگر غوطہ تک زمین تیرے جیسے آدمیوں سے بھر دی جائے تو (اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کی وجہ سے) یزید تم سب سے مجھے زیادہ پیارا ہے۔'' (معلوم ہوا کہ یزید کو ولی عہد بنانے میں وجہ ترجیح عادل اور صالح ہونا نہیں بلکہ انتظامی صلاحیت اور وحدتِ اُمت ہے۔) [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۷۱، ۵۷۲]

(۲)۔''اور ہم (ابن کثیر) نے معاویہؓ سے روایت کیا ہے کہ: انہوں نے ایک خطبہ میں دعا فرمائی: ''اے اللہ! تو جانتا ہے اگر میں نے اسے (یزید) اس لیے ولی عہد بنایا ہے کہ وہ میری رائے میں اِس کا اہل ہے تو اس کی ولایت کو اس کے لیے پورا فرما دے۔اور اگر میں نے اس لیے اس کو ولی عہد بنایا ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے، تو اس کی ولایت کو پورا نہ فرما۔'' [البدایہ: ۸/ ۸۳] ''اے اللہ! اگر میں نے یزید کو اس کی فضیلت (دنیوی انتظام) دیکھ کر ولی عہد بنایا ہے تو اسے اس مقام تک پہنچا دے جس کی میں نے اس کے لیے امید کی ہے۔اور اگر مجھے اس کام پر صرف اس کی محبت نے آمادہ کیا ہے جو باپ کی بیٹے سے ہوتی ہے تو اس کے اس مقامِ حکومت تک پہنچنے سے پہلے اس کی روح قبض کر لے۔تاریخ الخلفاء: ۷۵۔'' [تجلیات صفدر: ۱/ ۵۷۲]

(۳)۔خلاصہ: ''اِن روایات سے معلوم ہوا کہ یزید والد کی حیات میں اپنے فسق کو چھپاتا تھا اور جو فاسق اپنے فسق کو چھپائے اس کی پردہ پوشی ہی کا حکم ہے۔ پھر جب باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تو وہ فسق میں کھلتا گیا۔آخر ۶۳ ھ میں اس کا فاسق مُعلن ہونا ایسا واضح ہو گیا کہ اس کی شہرت کا کوئی بھی اِنکار نہ کر سکا۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۷۲]

پس یزید کو ولی عہد بنانا انتظامی صلاحیت کی بنیاد پر ہے، عادل، صالح ہونے کی وجہ سے نہیں۔اس کی تائید ''خلافتِ معاویہ و یزید'' میں ص: ۹۵/ میں مذکور ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔محمود احمد عباسی بحوالہ ''الامامۃ والسیاسۃ'' لکھتے ہیں: ''حضرت حسینؓ نے اپنی تقریر میں یزید پر اپنی برتری ثابت کرنے کی غرض سے اپنی پدری و مادری اور ذاتی فضیلت کا ذکر چھیڑا، تو حضرت معاویہؓ نے اس پر فرمایا تھا:...... اپنی ذاتی فضیلت کا جو ذکر کرتے ہو، قسم بخدا اُمتِ محمدیہ کے (سیاسی مسائل و معاملات) کے لیے یزید تم سے بہتر ہے۔'' [ایضاً: ۹۵، ۹۶]

(۴)۔مہتمم جامعہ یوسفیہ کے نام اپنے جوابی خط میں مولانا محمد امین صفدرؒ لکھتے ہیں: ''آخر میں موضوع (فسق یزید) سے ہٹنے کی یہ بدترین مثال آپ نے پیش کی ہے کہ: ''یزید کو ملعون، مردود اور پلید کہہ کر حضرت معاوؓیہ اور اکابر صحابہؓ کے بارہ میں عامۃ الناس کے اذہان کو سوءِ ظن سے محفوظ رکھنا تقریباً ناممکن ہے۔'' مولانا! آپ اپنے امام کو عادل و صالح ثابت کریں، اسے چھوڑ کر آپ حضرت معاوؓیہ اور اکابر صحابہ کا ذکر کرنے لگے۔تقریباً چودہ سو سال تک اہل السنۃ والجماعۃ کا فسق یزید پر اِجماع رہا۔ذرا اِسلامی لٹریچر سے دکھائیں کہ: اِس فسقِ یزید کے قول سے کتنے عوام الناس صحابہ کرام سے بدظن ہوئے؟

مولانا! کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ: سیدنا معاویہؓ یا کسی اور صحابی کے مشورہ سے یزید نے حضرت حسینؓ اور اُن کے ساتھیوں کو شہید کرایا تھا؟ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے میں کون سے صحابی کا مشورہ شامل تھا؟ حرم کعبہ پر گولے برسانے میں کس صحابی کا مشورہ شامل تھا؟ کسی ایک صحابی نے اِن کاموں میں اُس کو عادل اور صالح قرار دیا ہو؟ سیدنا امیر معاویہ کی حیات میں اِس قسم کی کھلم کھلا بے حیائیاں اس نے نہ کی تھیں تو امیر معاویہؓ پر کیا اعتراض؟ بالفرض اُس وقت کسی درجہ میں فاسق تھا تو کسی شرعی مصلحت کے لیے (مثلاً: اُمت کو انتشار اور قتل و قتال سے بچانا) فاسق کی تولیت اور امارت' فتنہ سے بچنے کے لیے کسی فاسق کی بیعت کس اُصولِ اہل سنت کے موافق گناہ ہے؟ ذرا واضح فرمائیں۔'' [تجلیاتِ صفدر: ۱/ ۵۹۳، ۵۹۴]

(۵)۔''اعتراض کیا جاتا ہے کہ: حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ منتخب کیا؟ اس کی وجہ سے اُمت میں بڑے مفاسد کھڑے ہوئے۔آپ نے تو قوم کو غلط راہ پر ڈال دیا۔یہ کام اُنہوں نے ذاتی مفاد کی خاطر سرانجام دیا جو مذموم اَمر تھا۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ شرعی لحاظ سے بیٹا باپ کا خلیفہ بن سکتا ہے، نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کے اعتبار سے کچھ منع نہیں، بلکہ جائز ہے۔شیعہ اِس کی ممانعت و حرمت پر اپنی کتاب سے کوئی سند نہیں لا سکتے۔شرعی لحاظ سے بیٹے کو خلیفہ بنانا ناجائز ہوتا تو اُس دَور کے اکابر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت علیؓ کا جانشین کیسے منتخب فرمایا؟ اُنہیں یہ خیال نہ آیا کہ اِس طرح اُمت ایک غلط راہ پر چل پڑے گی؟ بلکہ روایات میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ کی

تدفین کے بعد حضرت حسنؓ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا اور لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔[طبقات ابن سعد: ۱۲۵/۳] البتہ انتخاب میں اہلیت شرط ہے۔

(یزید کے فسق خفی کے باوجود) حضرت امیر معاویہؓ کا یزید کو خلیفہ بنانا (اگر چہ اس سے افضل لوگ موجود تھے) مجبوری کی بناء پر تھا۔ اور حضرت امیر معاویہؓ مجتہد تھے۔ جس طرح ہم چاروں اماموں کو مجتہد کہتے ہیں اور ان کا آپس میں جائز اور ناجائز کا اختلاف بھی ہے، لیکن ہم کسی کو باطل نہیں کہتے۔ بلکہ بخاری شریف کی حدیث کے مطابق یوں کہتے ہیں کہ: مجتہد مصیب کو دو اَجر ملیں گے اور مجتہد مخطی کو ایک اجر ملے گا۔ وہ گناہ گار نہیں ہے۔ (ایسا نہیں ہے) کہ: ہم غیر مقلدین کے پیچھے لگ کر اُن کو بُرا بھلا کہیں اور اپنی عاقبت کو خراب کریں۔

حضرت امیر معاویہؓ کی بصیرت اَفروز نگاہ تھی، وہ اِس کوشش میں تھے کہ جو اسلام کا شیرازہ بڑی بڑی محنتوں سے پھر بندھا ہے، وہ منتشر نہ ہونے پائے۔ اِس سلسلہ میں وہ اُس دور کے اہل الرائے سے استفادہ اور مشورہ بھی حاصل کرتے رہے۔ آخر کار اُن کی یہ رائے طے ہوئی کہ اگر چہ ان کے فرزند یزید سے دیگر حضرات تقوی اور علم میں زیادہ فوقیت رکھتے ہیں، لیکن انتظام مملکت کے سلسلے میں اور قبائلی اتحاد کے پیش نظر یہ صورت بہتر ہے کہ یزید کو ولی عہد بنایا جائے۔ اگر اس کے ماسوا کوئی دوسری صورت اختیار کی جاتی تو قبائلی انتشار کا شدید خدشہ تھا، خصوصاً قریش کا عظیم قبیلہ بنواُمیہ کسی دوسری صورت رضامند ہونے کو آمادہ نہ تھا، کیونکہ یہ لوگ سالہا سال سے آپ کے (یعنی حضرت معاویہؓ) کے وفادار چلے آرہے تھے۔ اور بڑی بڑی حوصلہ آزما جنگوں میں وہ آپ کے فداکار ساتھی رہے۔۔۔۔ شامی لوگ اُموی شخص کے بغیر کسی اور ولی عہد پر راضی نہ ہو سکتے تھے۔ اور حضرت امیر معاویہؓ کو اندیشہ تھا کہ اُن کی رائے کے خلاف چلنے سے جمعیتِ اسلام پھر کہیں منتشر نہ ہو جائے اور دو تین سلطنتیں قائم نہ ہو جائیں۔ تو حضرت امیر معاویہؓ نے مسلمانوں کو انتشار سے بچانے کے لیے (کہیں پھر سے مسلمان ایک دوسرے کے خلاف تلواریں نہ نکال لیں! کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ جنگ جمل اور جنگِ صفین میں کتنا مسلمانوں کا نقصان ہوا۔) اپنے بیٹے کو خلیفہ منتخب کیا۔ اور ایک صحابی رسول ایسی ضرور سوچ رکھ سکتا ہے۔ اگر یہ سوچ مودودی اور دیگر ناقدین کو حاصل نہیں اور ہو بھی نہیں سکتی، اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ یا حضرت معاویہؓ کا نعوذ باللہ اس میں کیا قصور ہے؟

باقی رہا یہ اعتراض کہ یزید تو فاسق و فاجر تھا، پھر اس کو اس سے اچھے لوگوں پر خلیفہ کیوں منتخب کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

یزید بن معاویہ کے قبائح اور معاصی کے متعلق (اس زمانہ میں) لوگوں کے بہت کچھ اَقوال پائے جاتے ہیں، لیکن بین الافراط والتفریط یہ چیز معلوم ہوتی ہے کہ جس دَور میں یزید کا انتخاب اور نامزدگی کی گئی اُس دَور میں اُس کے مفاسد اور قبائح اِعلانیہ طور پر موجود نہ تھے۔

(۶)۔ قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنے رسالہ: ''اثبات شہادتِ حسینؓ'' کے ص: ۶۷/ پر لکھا ہے (کہ:) ''حضرت امیر معاویہؓ نے جب یزید کو اپنا ولی عہد بنایا تو اُس وقت علی الاعلان کھلم کھلا فاسق نہیں تھا، اگر اس میں کوئی خامی اور تقصیر تھی تو وہ در پردہ تھی، حضرت امیر معاویہؓ کو اس کی خبر نہیں تھی۔ علاوہ ازیں جہاد میں اس کی صلاحیت اور حسن تدبیر مشہور ہے۔ حضرت معاویہؓ نے جس دَور میں اُس کی نامزدگی کی تو اس میں اہلیت سمجھ کر بھی ایسا کیا گیا۔ آئندہ کے لیے کسی کو کیا معلوم ہوتا ہے کہ کیا حالات پیش آئیں گے، والغیب عند اللہ تعالیٰ۔

حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی کے بعد جو یزید کے کارنامے مثلاً: واقعہ کربلا، واقعہ حرہ اور مکہ مکرمہ پر چڑھائی وغیرہ (پیش آئے) اُن کا ذمہ دار خود یزید ہے نہ کہ جناب معاویہؓ! ان کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ کو مطعون کرنا بڑی زیادتی ہے۔ اور آنجنابؓ اس کے ذمہ دار نہیں۔

اور مولانا قاسم نانوتویؒ لکھتے ہیں کہ: ''خلافت کے بارہ میں حضرت امیر معاویہؓ کا مسلک یہ تھا کہ جس شخص کو انتظام مملکت کا سلیقہ دوسروں کے اعتبار سے زیادہ ہو (اگر چہ دیگر اُمور میں [دوسرے] اُس سے افضل ہوں) تو وہ دوسروں کی نسبت خلافت کے لیے افضل ہے۔ اس بناء پر وہ یزید کو اس معاملہ میں دوسروں سے افضل جانتے تھے اور اگر افضل نہیں جانتے تھے تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ انہوں نے ترکِ افضل کیا، ترکِ واجب نہیں۔ چنانچہ مقدماتِ سابقہ سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ: افضل کو خلیفہ بنانا افضل ہے، واجب نہیں۔ لیکن ترکِ اَولیٰ کو ایسا گناہ نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت امیر معاویہؓ کو اس پر سب وشتم کرنے لگیں اور ان کو اکابر صحابہ (میں) شمار نہ کریں۔'' [بحوالہ مکتوبات قاسمی]

تو معلوم ہوا (کہ) حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو خلیفہ بنا کر کسی شرعی قانون کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی۔ (البتہ) اُن کے خلاف بھونکنے والوں نے شرعی اُصولوں کو پامال کیا ہے۔ اُن کے خلاف قلم چلاتے وقت اُن کی صحابیت کا بھی لحاظ نہ کیا۔ اپنی جیسی گھٹیا سوچ اُن (کے بارے) میں سوچی۔

کارِ پاکاں را قیاس اَز خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر''

[تریاق اکبر بزبان صفدر: ۲۴۲ تا ۲۴۴ ۔طبع چہارم: ۲۱۹ تا ۲۲۱]

جوابات شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ:

(۷)۔شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا السید حسین احمد مدنیؒ سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیو بند کا ارشاد ملاحظہ ہو! جس میں حضرت نے یزید کی ولی عہدی اور خلافت پر مفصل محققانہ بحث فرمائی ہے، جو بڑی اطمینان بخش ہے۔ایک صاحب نے خط میں لکھا: حضرت امیر معاویہؓ کا یہ فعل کیا غیر مستحسن نہیں ہے کہ: انہوں نے یزید جیسے فاسق و فاجر کو خلافت کے لیے نامزد کیا اور اس کے لیے کوشش کی؟

اس کے جواب میں حضرت شیخ الاسلام نے چند جواب تحریر فرمائے، ملاحظہ کیجیے!

[۱]۔اس کے متعلق آیا ایسی مستند تاریخی روایات موجود ہیں جن کو ان روایات صحیحہ اور نصوص قرآنیہ کے مقابل لایا جا سکے جو کہ علوِ شانِ صحابہ کرام پر دلالت کرتی ہیں؟ یقیناً ایسی روایات نہیں ہیں۔اس لیے کیوں نہ کہا جائے کہ خود حضرت معاویہؓ نے ایسا نہیں کیا بلکہ خود یزید اور اس کے اَعوان نے اِس کے لیے کوشش کی۔(یہ لوگ متقی نہ تھے اور ملوکیت پسند تھے۔) عام مسلمان اور بالخصوص اہل حجاز اس کے خلاف تھے۔

[۲]۔اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت امیر معاویہؓ یہ کی خواہش یا سعی اس کے لیے ہوئی تھی تو جب کہ حسب شروط صلح حضرت امام حسنؓ کی خلافت نہیں ہو سکتی تھی، کیونکہ اُن کی وفات ہو چکی تھی تو پھر اب ان عہود و مواثیق کی رعایت باقی ہی نہیں رہی تھی جو کہ بحیثیت صلح ضروری تھی۔اَب اپنے اجتہاد اور رائے پر عمل کرنا رہ گیا تھا، ان کی وہ رائے کہ: مستحق خلافت وہ شخص قریشی ہو سکتا ہے جس میں مادی قوت اور حسن تدبیر ہو اور یہ امر آج بنی اُمیہ میں عموماً اور یزید میں خصوصاً موجود ہے۔یزید کو متعدد معارک جہاد میں بھیجنے اور جزائر البحر ابیض اور بلاد ہائے ایشیاء کو چک کے فتح کرنے حتی کہ خود استنبول (قسطنطنیہ) پر بڑی بڑی اَفواج سے حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جا چکا تھا، تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے، اس کے فسق و فجور کا اعلانیہ ظہور ان کے سامنے نہ ہوا تھا۔اور خفیہ جو بداعمالیاں وہ کرتا تھا اس کی ان کو اطلاع نہ تھی۔ایک وہ شخص جو کہ فقیہ بالاسلام' حسب دعوات مستجابہ ہادی اور مہدی ہے، "والذین معنه اشداء" (تا) "رضوانا" کا مصداق، "ولکن الله حبب۔۔الخ" کا مظہر، "کنتم خیر امة" اور "أصحابی کالنجوم" [الحدیث] اور "الله الله فی أصحابی۔۔الخ" وغیرہ اَحادیث وآیات کا مورد ہے، کیا وہ کسی مجاہر بالفسق والعصیان کو عالم اسلامی رقاب اور اموال وغیرہ کا ذمہ دار کر سکتا ہے؟

[۳]۔اگر بالفرض یہ اُمور تسلیم بھی کر لیے جائیں تو غایت مافی الباب ایک خطاء کا اِرتکاب معلوم ہوتا ہے، جو کہ انسانی کمزوریوں میں سے ایک کمزوری ہے، جس سے کوئی مقرب یا ولی خالی نہیں ہو سکتا، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اس سے معصوم ہیں۔اس کمزوری کا مرکز نہ صرف محبتِ اولاد ہے بلکہ یہ تجربہ اور ظن قوی بھی ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے اس وسیع احاطہ کو بجز ایسی قاہر ہستی اور ایسے منتظم اور مادی قوت والے شخص کے موجود قریش میں سے کوئی سنبھال نہیں سکتا تھا۔بنی ہاشم اور دیگر اشخاص میں اگر چہ ایسی بے مثال ہستیاں موجود ہیں جو کہ تقویٰ اور خشیت الٰہی کے آفتاب ہیں، مگر یہ امر اتنے بڑے اہم اَمر کے لیے کافی نہیں ہے، ورنہ سب کے دماء اور اضاعتِ اَموال اور فساد فی الارض پیدا ہوگا۔اِس لیے أھون البلیتین کو اختیار کرنا لازم ہے۔بہر حال صحابہ کرامؓ کے متعلق حسن ظن جس کے لیے نصوص متعدد وارد ہیں کسی حال میں چھوڑا نہیں جا سکتا۔خود یزید کے متعلق بھی تاریخی روایات مبالغہ اور آپس کے تخالف سے خالی نہیں ہیں''۔[مکتوبات شیخ الاسلام، مکتوب نمبر: ۸۸)

[۴]۔شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ لکھتے ہیں: ''مؤرخین کا یہ قول کہ: ''حضرت معاویہؓ یہ کو یزید کے فسق و فجور کا علم تھا اور وہ (اُن کی زندگی میں ہی) معلن بالفسق تھا۔اور باوجود اِس کے اُنہوں نے استخلاف کی کوششیں حضرت حسنؓ کی وفات سے ہی شروع کر دی تھیں۔'' یقیناً شانِ صحابیت ہی نہیں بلکہ شانِ عدالت کے بھی خلاف ہے۔صحابہ کرامؓ کی شان میں ہے: (آگے پانچ آیات اور چار احادیث لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:) اِن روایات کے ہم معنی بہت احادیث صحیحہ ہیں جو کہ عامۂ صحابہ کرامؓ کے اعلیٰ مناقب پر دلالت کرتی ہیں۔پھر اس کے ساتھ اجماع اُمت کو لیجیے جو کہ بتلاتا ہے کہ: جس شخص نے ایمان کے ساتھ ایک لحظہ کے لیے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کر لی اور ایمان پر اس کی وفات ہوئی وہ بعد کے تمام اولیاء وائمہ وغیرہ سے افضل ہے۔اِن اُمور مذکور بالا کو دیکھتے ہوئے اگر مؤرخین کی یہ بات کہ: ''فاسق یزید اور معلن بالفسق کو حضرت امیر معاویہؓ نے نامزد بالخلافۃ کیا۔''

مانی جائے گی تو ان تمام نصوص کی تذلیل وتوہین ہی نہیں بلکہ اِنکار لازم آئے گا۔ ایسی صورت میں تو معاذ اللہ! حضرت امیر معاویہؓ یہ انتہائی فسق اور معصیت میں مبتلا ہوئے اور اسی پر ان کی وفات ہوئی۔" [مکتوبات شیخ الاسلام: ۲۵۰،۲۵۱، مکتوب: ۸۹]

جوابات حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ اقتباسات از مکتوب حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی (از مکتوبات شیخ الاسلام: ۱/ ۲۵۲)

☆۔ جس وقت حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنا ولی عہد کیا تھا، اُس کا فسق ظاہر نہ تھا، اگر کچھ کیا ہوگا تو در پردہ جس کی خبر امیر معاویہؓ یہ کو نہ تھی۔ اس کے علاوہ جہاد میں ان سے حسنِ تدبیر کا مشاہدہ ہونا۔

☆۔ اُدھر امیر معاویہؓ یہ کا مذہب خلافت کے بارے میں یہ تھا کہ: جو شخص حکومت کرنے کا سلیقہ دوسروں سے زیادہ رکھتا ہو، اگر چہ اس سے بہتر لوگ موجود ہوں مگر ترجیح اسی کو ہوگی۔ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یزید کو دوسروں سے بہتر جانا، اگر بہتر نہیں سمجھا تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ افضل کو ترک کر دیا اور استخلاف افضل صرف افضل ہے نہ کہ واجب، جس کو گناہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ: سب وشتم کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے ساتھ پیش آیا جائے۔ بلکہ اولیٰ وافضل کو چھوڑ دینے کی وجہ سے اس طرح کے اُمور میں ان کو مجبور ومعذور سمجھیں گے۔

☆۔ البتہ حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید نے ہاتھ پیر پھیلائے اور دل وجان سے بُرائی میں لگ گیا، بُرائی اعلانیہ شروع کر دی، نماز چھوڑ دی اس بناء پر وہ معزول کر دینے کے لائق ہو گیا۔ حالات میں اِس طرح کا اُلٹ پھیر جیسا کہ میں نے کہا، ممکن ہے، محال نہیں ہے۔ شاید اُس وقت اربابِ حل وعقد کی رائیں اور تدبیریں مختلف ہو گئیں، کسی پر فتنہ وفساد کی جہت کا غلبہ ہو گیا (تو اُنہوں نے) مجبوراً بیعت قبول کر لی اور گناہ سے بچنے کے لیے اتباع معروف کو بطورِ شرط مدِ نظر رکھا۔ اور جس کو ایک جماعت کثیرہ کے وعدوں پر کامیابی اور دبدبہ کی امید دکھائی دی، خدا کے بھروسہ پر تیار ہو گیا اور لڑنے کا فیصلہ کر لیا، لہٰذا جو کچھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور آپ کی طرح دوسروں نے کیا ٹھیک کیا۔ اور اسی طرح سید الشہداء نے جو کچھ کیا، بالکل ٹھیک کیا اور درست کیا۔ اِس اختلاف کی بنیاد اُمیدوں کے اختلاف پر ہے نہ کہ اصل فعل (خروج) جائز وناجائز کی بناء پر۔ اختلاف ہوا ہے مگر اہل کوفہ کی غداری کی وجہ سے حضرت امام حسینؓ کی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور عاشورا کے دن میدانِ کربلا کے اندر قیامت سے پہلے ایک قیامت قائم ہو گئی۔ انا للہ! الخ۔ اس طرح کے کاموں میں ایسی باتیں فقط سید الشہداء کو ہی پیش نہیں آئیں بلکہ جہادوں میں اکثر آیا کئے ہیں۔ مثلاً: واقعہ احد وحنین کو سنا ہی گیا ہے، پس جس طرح شہداءِ اُحد اور حنین شہادت کے مرتبہ کو پہنچے اور ان ہر دو واقعات میں کچھ کمزوری ہو جانے کی وجہ سے ان کے فضائل میں خلل نہیں پڑتا اسی طرح شہداء کربلا کو بھی جاننا چاہئے۔

☆۔ اور یہ سب کچھ اس وقت ہے کہ صرف استخلاف امیر معاویہؓ، یا لوگوں کا بیعت کرنا، یا ان کا تسلط ہو جانا وغیرہ کی وجہ سے ان کی خلافت عام اور سب کو شامل شمار کریں۔ اور اگر اسی کو مان لیں کہ جو ہوا تو صرف ان کی خلافت کے مطلقہ منعقد ہونے کے قائل ہوں گے۔ اور ان کی خلافت وعموم وشمول کے قائل نہ ہوں گے اور ہم صاف کہہ دیں گے کہ: حضرت امام حسینؓ اور آپ کے اتباع وانصار یزید کی اطاعت کی ذمہ داری سے ہنوز خارج تھے۔ اگر چہ ناسمجھ لوگ انعقاد مطلق اور عموم انعقاد کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ پس گذشتہ واقعات کے تتبع سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اربابِ حل وعقد میں سے جو بیعت کرے صرف اس کے حق میں اور اس کے ماتحتوں کے حق میں اطاعت کا سبب شمار کرتے ہیں۔ (اور جو اربابِ حل وعقد بیعت نہ کریں ان پر اطاعت واجب نہیں) ورنہ پھر حضرت ابوبکر کے دستِ مبارک پر حضرت علیؓ کے بیعت کر لینے کے اہتمام کی کیا ضرورت تھی۔ اسی طرح یزید بھی اہل شام اور ارباب حل وعقد کے بیعت کر لینے کے بعد حضرت حسینؓ وعبدالرحمن بن ابی بکرؓ اور دیگر بزرگوں کی بیعت کا خواستگار نہ ہوتا۔ جب اتنی بات معلوم ہو چکی تو جاننا چاہئے کہ ہر کام کا دارومدار نیت پر ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: انما الاعمال بالنیات۔ اور حضرت امام حسینؓ کا حسن نیت اس کا مقتضی نہیں کہ اس میں تردد تذبذب کو راہ دی جائے۔ پس موجودہ صورت (میں) حضرت امام حسینؓ کی شہادت میں کیا شبہ ہے؟ یزید نہ تو آپ کا خلیفہ تھا اور نہ یزید پر خروج کرنا ناجائز تھا۔ اور اگر خلیفہ تھا بھی تو بھی اس پر خروج ممنوع نہ تھا۔ اور اگر مان ہی لیا جائے کہ خروج کرنا امام حسینؓ کا جائز نہ تھا تو معزول کرنا ممنوع نہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ ممانعت کے اَسباب مفقود اور اَسباب جہاد موجود تو پھر حُسنِ نیت میں کیا کلام کیا جا سکتا ہے۔ پھر اگر یہ حضرات شہید نہ ہونگے تو پھر کون شہید ہوگا!؟

☆۔ اور ہم اس کو بھی چھوڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ: اگر اَسباب جہاد نہ بھی تھے تو آپ نے جہاد کے اِرادہ سے باز آ کر چلے جانے کا راستہ مانگا،

مگر یزید پلید کے لشکریوں نے جانے نہ دیا اور گھیر کر مظلوم شہید کر دیا۔ حدیث میں ہے: جو شخص اپنے مال اور آبرو کی حفاظت میں قتل کر دیا گیا وہ بھی شہید ہے۔

جوابات حضرت مولانا رشید احمد گنگوھی رحمۃ اللہ علیہ

۹۔فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے سوال کیا گیا کہ: کیا امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنے روبرو خلیفہ کیا ہے یا نہیں؟

حضرت نے جواباً فرمایا: ''حضرت معاویہؓ نے یزید کو خلیفہ کیا ہے، اُس وقت یزید اچھی صلاحیت میں تھا۔''

ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ''یزید اول صالح تھا، بعد خلافت کے خراب ہوا۔'' [تالیفات رشیدیہ: ۲۴۲]

جوابات میں جدید اضافہ

۱۰۔عبدالواجد لطیف ملتانی کے حاصل کردہ ''فتویٰ دارالعلوم کراچی'' میں ہے: ''حضرات محققین اہل السنۃ والجماعۃ (مثلاً: مورخ اسلام علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ (ت ۸۰۸)۔علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (ت ۹۷۳ھ) قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی (ت ۱۳۱۳ھ)۔شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (ت ۱۳۷۷)۔محقق کبیر مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم) کی تصریحات کے مطابق اس کے برعکس کتب تواریخ میں بکثرت ایسے قرائن ملتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس دَور میں یزید کا انتخاب اور نامزدگی کی گئی، اُس دَور میں اُس کے مفاسد اور قبائح اعلانیہ طور پر موجود نہیں تھے۔اور اگر اس میں کوئی خامی اور تقصیر تھی تو وہ در پردہ تھی۔سیدنا معاویہؓ کو اس کی خبر نہیں تھی۔ چنانچہ بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ تحقیق اثبات شہادت حسینؓ میں تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت امیر معاویہؓ نے جب یزید کو اپنا ولی عہد بنایا تو اُس وقت وہ علی الاعلان فاسق نہیں تھا، اگر اس میں کوئی خامی اور تقصیر تھی تو وہ در پردہ تھی۔سیدنا امیر معاویہؓ کو اس کی خبر نہیں تھی۔علاوہ ازیں جہاد میں اس کی صلاحیت اور حسنِ تدبر مشہور ہے۔'' ہم نے یہاں غیر ضروری طوالت سے بچتے ہوئے بطور تائید ایک ہی عبارت نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ''**الصواعق المحرقة علی اهل الرفض و الضلال و الزندقة، مؤلفه: علامه ابن حجر هیثمی رحمة الله علیه** [ت: ۹۷۴ھ]''، ''**الناهیة عن طعن امیر المؤمنین معاویة** رضی اللہ عنہ''، **مؤلفه: علامه عبدالعزیز پڑهاروی رحمة الله علیه** [۱۲۳۹ھ]''، اور ''سیرت حضرت امیر معاویہؓ'' مؤلفہ: محقق العصر حضرت اقدس مولانا محمد نافع رحمہ اللہ

۱۱۔نیز فتویٰ دارالعلوم کراچی اور فتویٰ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں تاریخ ابن خلدون کے حوالے سے لکھا ہے: ''حضرت معاویہؓ نے یزید کو ولی عہد اِس وجہ سے بنایا کہ اُن کو بنواُمیہ کی طرف سے اُمت میں انتشار وافتراق کا خوف تھا، کیونکہ بنواُمیہ اپنے سوا کسی اور کی خلافت کو برداشت نہیں کریں گے، اگر کسی اور کو ولی عہد بنایا جائے تو اس کی وجہ سے بنواُمیہ اختلاف کریں گے۔اور یہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت معاویہؓ کو یزید کے فسق کا یقین ہو اس کے باوجود اس کو ولی عہد بنائیں، اُس سے اللہ کی پناہ!'' علامہ ابن خلدون دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''حضرت معاویہؓ نے ولی عہد بنانے کے لیے جو اپنے بیٹے یزید کو ترجیح دی۔اس کا داعیہ یہ تھا: اُمت کی وحدت واجماعیت کی مصلحت! اور ان کی خواہشات کا متفق ہونا۔جس کی صورت یہ ہے کہ بنواُمیہ کے اہل حل وعقد اس پر متفق ہوں۔کیونکہ بنواُمیہ اپنے سوا کسی اور پر راضی نہیں ہونگے اور وہ قریش کا ایک گروہ ہے۔اور سب ایک ملت پر ہیں اور اہل غلبہ ہیں۔(ص: ۳۳) اسی وجہ سے دوسروں پر یزید کو ترجیح دی اور فاضل کو چھوڑ کر مفضول کی طرف عدول کیا، اتفاق اور اجتماع کی حرص کی وجہ سے، جو شارع کے نزدیک انتہائی اہم معاملہ ہے۔حضرت معاویہؓ کے متعلق اِس کے علاوہ کسی اور وجہ کو سوچنا اُن کی عدالت اور صحابیت کے منافی ہے۔پھر اکابر صحابہ کی موجودگی اور ان کا سکوت دلیل ہے کہ حضرت معاویہؓ کسی دوسرے شک وشبہ سے بری ہیں۔کیونکہ صحابہ کرام حق کے معاملہ میں نرمی اور مداہنت کرنے والے نہیں، اور نہ حضرت معاویہؓ میں کوئی ایسی وجہ تھی کہ وہ حق کو قبول نہ کرتے، کیونکہ وہ حضرات ان چیزوں سے بالاتر ہیں اور یہ ان کی عدالت کے بھی منافی ہے۔

۱۲۔نصرۃ العلوم کے فتویٰ میں ہے: ''**وفی فتح الباری و کان رأی معاویة فی الخلافة تقدیم الفاضل فی القوة الرأی و الهرفة علی الفاضل۔۔۔۔۔الی الاسلام و الدین و العبادة۔ فلهذا۔۔۔۔۔أنه أحق۔**''

۱۳۔نصرۃ العلوم کے فتویٰ میں دو جگہ درج ذیل عبارت لکھی ہے: ''اس موضوع روایت سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت امیر معاویہؓ کو یزید کے شرابی اور فاسق ہونے کا علم تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے یزید کو بیٹا ہونے کی وجہ سے اپنا ولی عہد بنالیا درست نہیں۔اور نہ یہ استدلال حقیقت پر مبنی

ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو اپنا ولی عہد بنایا اس وقت اس کا فسق ظاہر نہیں تھا۔ اور اس کو ولی عہد بنانے کی وجہ یہ تھی اس وقت بنواُمیہ کے لوگوں نے اس منصب پر کسی اور قبول نہیں کرنا۔ اگر کسی اور کو ولی عہد بنایا جاتا تو انتشار اور افتراق ہوتا، جس سے بچنے کے لیے اور مسلمانوں کی وحدت اور اجتماعیت کو باقی رکھنے کے لیے حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو اپنا ولی عہد بنایا، پھر اُس کے اندر جہادی اُمور کی صلاحیت بھی تھی اور ایسی صورت میں غیر افضل کو افضل پر ترجیح دی جاسکتی ہے۔ (آگے مفتی نے اس پر تاریخ ابنِ خلدون کے حوالہ جات نقل کیے ہیں)

(۸)۔ دفاعِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دفاعِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ:

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ: مؤرخین میں سے ان لوگوں کا قول کہ: ''حضرت معاویہؓ کے زمانہ حیات میں یزید معلن بالفسق تھا اور حضرت معاویہؓ کو اس کی خبر تھی، پھر انہوں نے اس کو نامزد کیا'' بالکل غلط ہے۔ ہاں! ہوسکتا ہے کہ وہ اس وقت میں خفیہ طور پر فسق و فجور میں مبتلا ہو، مگر ان کو اس کے فسق و فجور کی اطلاع نہ ہو۔ اُن کی وفات کے بعد وہ کھیل کھیلا اور جو کچھ نہ ہونا چاہئے تھا کر بیٹھا۔ اب اس کی نامزدگی کی خبر ممکن ہے کہ صحیح ہو۔ انہوں نے رومیوں اور عیسائی ممالک جہاد میں اس کی متعدد دفعہ جدوجہد اور کامیابیاں اور حسن تدبیر وانتظام مملکت کو مشاہدہ کر کے اپنی رائے کی بنا پر خلافت کے لیے قریشیت اور حریت و عقل و بلوغ کے ساتھ لازم ترین شرط لیاقت انتظام مملکت اور حسنِ تدبیر ہے۔ اور یہ اس میں پائی جاتی ہے یا بدرجہ کمال موجود ہے جو کہ اوروں میں نہیں ہے۔ اور اگر ہے تو اس درجہ تک نہیں ہے کہ اس کی نامزدگی کر دی ہو۔ (جیسا کہ بعض مؤرخین کا قول ہے۔) یا یہ جدوجہد دوسرے اراکین خاندان بنی اُمیہ کی طرف سے کی گئی ہے اور یزید بھی اس میں کوشاں رہا ہو، مگر عام لوگوں نے اس کو حضرت معاویہؓ کی طرف منسوب کر دیا ہو، کیونکہ انہوں نے روکا نہیں۔ (جیسا کہ بعض مؤرخین کا خیال ہے) یا یہ کہ نامزدگی ان کی طرف سے حقیقتاً یا حکماً کسی طرح نہیں ہوئی۔ اُن کی وفات کے بعد اہل شام میں سے اہل حل وعقد نے اس کو جانشین اور خلیفہ بنا دیا اور بیعت کر لی (جیسا کہ بعض دوسرے مؤرخوں کا قول ہے) یا یہ کہ وہ خود بالتغلب خلیفہ بن بیٹھا (بعض مؤرخ اس کے بھی قائل ہیں)۔

ہر حال وجوہ مذکورہ بالا سے ''انعقادِ خلافت مطلق'' ہوگیا، مگر ''عموم انعقاد'' میں جس سے ہر ایک پر اتباع لازم آجائے اور مخالفت کرنا ممنوع ہوجائے وہ نہیں ہوا تھا۔ انعقادِ مطلق اور عموم انعقاد میں فرق ہے۔ عموم انعقاد جب متحقق ہوگا جبکہ تمام ارباب حل وعقد متفق ہوجائیں، بعض کی بیعت کافی نہ ہوگی۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت بہت سے حضرات نے اگرچہ کر لی تھی، تاہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کی کوشش کی گئی اور حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد انہوں نے اس کو انجام دیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ یزید کوشاں تھا کہ حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ حضرات بیعت کرلیں۔ حالانکہ یہ حضرات ملتجی بالحرم ہوگئے تھے۔ کسی نے جنگ کا ارادہ نہیں کیا تھا اور نہ بیعت کی تھی۔ ان حضرات کا اس زمانہ میں اہل حل وعقد میں سے ہونا بدیہی امر ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ وجوہ عموم انعقاد ہی ہیں اور انعقاد مطلق اور عموم انعقاد میں کوئی فرق نہیں ہے تو پھر یزید کا بعد از ظہور فسق و فجور وہ حال ہی نہیں رہتا جو ابتداء میں تھا، یعنی اس کے اعمال قبیحہ درجہ کفر کو پہنچ گئے تھے، جیسا کہ امام احمدؒ اور ایک جماعت کی رائے، تب تو وہ یقیناً معزول عن الخلافت ہو ہی گیا۔ اَب امام حسینؓ کا ارادہ جنگ ''خروج'' ہی نہیں شمار ہوسکتا۔ اور اگر اس کی حرکات ناشائستہ درجہ کفر کو نہ پہنچی تھیں (جیسا کہ جمہور کا قول ہے) تو اول تو یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ممکن ہے حضرت امام حسینؓ کی رائے یہی ہو جو کہ حضرت امام حسینؓ اور ان کے متبعین کی رائے یہ تھی کہ وہ معزول ہوگیا اور اس بناء پر اصلاح اُمت کی غرض سے انہوں نے جہاد کا ارادہ فرمایا، باوجود اس کے خلع کا مسئلہ تو آج بھی متفق علیہ ہے، یعنی اگر خلفیہ نے ارتکاب فسق کیا تو اصحاب قدرت پر اس کا عزل کرنا اور کسی عادل متقی کو خلیفہ کرنا لازم ہوجاتا ہے، بشرطیکہ اس کے عزل اور خلع سے مصالح سے مفاسد زائد نہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ان اتباع کی رائے میں مفاسد زیادہ نظر آئے، وہ اپنی بیعت پر قائم رہے اور اہل مدینہ نے عموماً بعد از بیعت اور واپسی وفد از شام ایسا محسوس نہیں کیا اور سب نے خلع کیا، جس کی بناء پر وہ قیامت خیز واقعہ نمودار ہوا، جس سے مدینہ منورہ اور مسجد نبوی اور حرم محترم کی انتہائی بے حرمتی اور تذلیل ہوئی، کیا مقتولین حرہ کو شہید نہیں کیا جائے گا؟ پھر امام حسینؓ اہل کوفہ کے مواعید پر مطمئن ہوئے، بالخصوص حضرت مسلم و عقیل رحمۃ اللہ علیہما کے خطوط کے بعد جن میں پورا اطمینان اہل کوفہ کی طرف سے دلایا گیا تھا، اس لیے ان کا ارادہ جہاد یقیناً صحیح تھا اور وہ خلع کرنے میں اور خروج کرنے میں کسی طرح باغی نہیں قرار دیئے جاسکتے، ان کو صاف نظر آرہا تھا کہ اس حالت میں مفاسد کا قلع قمع ہوجائے گا اور خلل بہت کم ہوگا۔ اپنی ظفر مندی کے لئے متیقن

تھے۔ پھر آپ اس کو بھی پس انداز نہ فرمائیں کہ: اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ: میدانِ کربلا میں حضرت امام حسینؓ کو معلوم ہوگیا کہ اہل کوفہ نے غدر کیا ہے اور مسلم وعقیل رحمۃ اللہ علیہما شہید کردیئے گئے اور یزید کی فوج یہاں آپہنچی ہے تو کہلا بھیجا کہ: میں کوفہ نہیں جاتا اور نہ تم سے لڑنا چاہتا ہوں، مجھ کو مکہ معظّمہ واپس جانے دو، دشمن اس پر راضی نہ ہوا اور اِصرار کیا (کہ) اس کے ہاتھ پر یزید کے لیے بیعت کریں، آپ نے فرمایا کہ اگر مکہ معظّمہ واپس نہیں جانے دیتے تو مجھ کو چھوڑ دو کہیں دوسری طرف چلا جاؤں گا، وہ اس پر راضی نہ ہوا تو آپ نے فرمایا: اچھا مجھ کو یزید کے پاس لے چلو! میں خود اس سے گفتگو کرلوں گا، وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا اور جنگ یا بیعت پر مصر رہا۔ یہ تاریخی واقعہ بتلاتا ہے کہ: حضرت امام حسینؓ ہر طرح مجبور ومظلوم قتل کیے گئے ہیں۔ اگر اس کے بعد بھی ''شہادت'' میں کلام کیا جائے تو تعجب خیز نہیں تو کیا ہے؟ چنانچہ یہ بھی تصریح کتب تاریخ میں پائیں گے کہ یزید کو جب اس کی اطلاع ہوئی حضرت امام حسینؓ ان تینوں اُمور کو پیش فرمارہے تھے، مگر اس کے عامل نے کسی کو قبول نہیں کیا تو بہت برہم ہوا اور سرزنش کی۔ واللہ اعلم [مکتوب نمبر:۸۹]

حضرت امام حسینؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان ولایت یزید کے مسئلہ میں اجتہادی اختلاف ہوا، مجتہد مصیب ہو یا مجتہد مخطی، دونوں ماجور ہیں، یعنی مستحق اَجر ہیں۔ فرق یہ ہے کہ: مجتہد مصیب کو دواَجر اور مخطی کو ایک اجر ملے گا، وہ ماجور ہوگا، معتوب ومغضوب نہ ہوگا۔ اور ہر مجتہد اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کا مکلف ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ: خلیفہ میں اَصل یہ ہے کہ خلیفہ متقی بھی ہو اور اس میں انتظامی صلاحیت بھی ہو، جیسے خلفاء راشدینؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ۔ لیکن اگر دو آدمی ہوں، ایک میں تقویٰ اعلیٰ درجہ کا ہے لیکن اس میں انتظامی صلاحیت کمزور ہے، دوسرے میں انتظامی صلاحیت اعلیٰ درجہ کی ہے مگر تقویٰ کے لحاظ سے کمزور ہے۔ (تو اَب اِن دونوں میں سے) ترجیح کس کو ہوگی؟ حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ وغیرہ کے نزدیک تقویٰ مقدم ہے، جب کہ حضرت امیر معاویہؓ کے نزدیک انتظامی صلاحیت مقدم ہے۔ حضرت حسینؓ نے بوجہ قلتِ تقویٰ اور بوجہ فسق کے یزید کو خلیفہ برحق تسلیم نہ کیا۔ لیکن حضرت معاویہؓ نے یزید میں اعلیٰ درجہ کی انتظامی صلاحیت کی طرف دیکھتے ہوئے ولایت خلیفہ کے لیے اس کو نامزد کیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجتہد مخطی کو بھی ماجور قرار دیا ہے تو اور کون ہے جو مجتہد مخطی کو عتاب وعقاب کا مستحق ٹھہرائے؟۔ چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں:

''خلاصہ یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کا نظریہ یہ ہے کہ: خلافت اور اسلامی نظام برقرار رکھنے اور ترقی دینے کے لیے مادی طاقت اولین شرط ہے اور اس میں آج صرف بنی اُمیہ تمام قریش میں واحد مرکز ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بنی ہاشم بالخصوص اور دیگر مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ: خلافت اسلامیہ کے لیے اولین شرط تقویٰ اور خدا ترسی ہے۔ اور اس کے واحد مرکز بنی ہاشم بالخصوص حضرت علیؓ ہیں۔ یہ دونوں اجتہادی نظریئے اپنا پھل پھول لائے ہیں۔ یقیناً ہمارے نزدیک حضرت علیؓ کا نظریہ صحیح ہے اور جمہور اہل اسلام بھی یہی نظریہ رکھتے تھے مگر حضرت معاویہؓ کے نظریہ کو بالکل غلط بھی نہیں کہا جاسکتا۔'' [مکتوبات شیخ الاسلام: ۱/۴۹۴، مکتوب نمبر:۸۸]

خلاصہ؛ اسی اجتہادی اختلاف ونظریہ کی وجہ سے جنگ صفین وغیرہ کے حالات پیش آئے۔ اور یہی اجتہادی اختلاف سبب بنا، استخلاف و خلافتِ یزید کے مسئلہ میں۔ حضرت حسینؓ وہم نوا صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کا نظریہ یہ تھا کہ: تقوی مقدم ہے اور یزید کے مقابلہ میں اتقی حضرات موجود ہیں، وہ بوجہ تقویٰ استخلاف وخلافت میں مقدم ہیں۔ جب کہ حضرت معاویہؓ وہم نوا کے ہاں انتظامی وسیاسی صلاحیت مقدم ہے اور ان کی نظر میں یزید اس صلاحیت کے لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے۔ نیز یہ پہلو بھی ملحوظ تھا کہ یزید کی ولی عہدی پر اہل شام متفق ہوجائیں گے، کسی اور پر وہ مطمئن نہیں ہوں گے۔ لہٰذا یزید کو منتخب نہ کیا گیا تو اُمت میں انتشار پیدا ہوگا۔ اور دوبارہ پھر قتل وقتال کی کیفیت پیدا ہونے کا خوف تھا۔ اِس لیے اُنہوں نے استخلاف وخلافت کے لیے یزید کو ترجیح دی، لہٰذا اِس اجتہادی اختلاف کی وجہ سے جو کچھ ہوا اُس میں دونوں جماعتیں ماجور ہیں، معتوب ومطعون نہیں۔ حسن نیت کی وجہ سے مغفور و مرحوم ہیں، معذب اور محروم نہیں۔ عبدالواجد لطیف ملتانی کے حاصل کردہ فتاوی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳ر میں گزر چکا ہے۔

جواب سوال نمبر (۱):

سوال: جس استفتاء کے جواب میں یہ تحریر لکھی جارہی ہے، اس میں پہلا سوال یہ ہے کہ: مولانا اوکاڑویؒ پر زندیقیت کا حکم لگ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: محقق العصر حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ علماء اہل سنت دیوبند کے تمام طبقات (شیوخ حدیث، مشائخ عظام، خطباء،

مناظرین، مصنفین، مدرسین اور طلبہ دینیہ) کے نہ صرف یہ کہ ممدوح اور محبوب شخصیت ہیں بلکہ مسلک حق علماء اہل سنت دیوبند کے معتدل مزاج مناظر اعظم، بے باک حق گو، فصیح اللسان مقرر، صاحب علم وعمل، اکابر کی علمی، عملی اور روحانی نسبتوں کے حامل، زاہد، عابد، قادر الکلام، صاحب علم اور صاحب قلم ہیں۔ اگر مولانا موصوف کو ''ترجمان اہل سنت دیوبند'' کہا جائے تو یہ لقب ان کو سجتا ہے۔ بلاشبہ مولانا موصوف عہد ساز شخصیت تھے، جنہوں نے ہر باطل فرقہ کے ساتھ کامیاب، فیصلہ کن مناظرے کیے، بلکہ ہزاروں مناظرین پیدا کیے۔ صرف علماء میں ہی نہیں بلکہ اپنی عوامی تحریر وتقریر کے ذریعے عوام الناس میں بھی مناظرین کی ایک کھیپ تیار کردی۔ میرا تقریباً تیس (۳۰) سال مولانا موصوف کے ساتھ بہت قریبی تعلق رہا ہے۔ ان کے دروس، تقاریر اور علمی مجالس میں بارہا شرکت کا موقع ملا، متعدد مقامات میں اکٹھے پروگرام بھی ہوئے۔ مولانا اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کے امیر تھے، میں ان کا نائب! حیران کُن بات یہ ہے کہ: اُن کے مجلسی لطائف میں بھی علمی شان جھلکتی تھی۔

جہاں تک مولانا مرحوم کے عقائد ونظریات کا تعلق ہے، حضرت والا بلاشبہ سچے پکے سنی، حنفی، دیوبندی تھے۔ عقائد علماء اہل سنت دیوبند کے نہ صرف یہ کہ حامل تھے بلکہ عقائد علماء اہل سنت دیوبند کے ترجمان اور ہر باطل فرقہ کے مقابلہ میں مناظر اعظم تھے۔ اس لیے عمرو کا موقف صحیح ہے اور زید کا موقف سو فی صد غلط ہے۔

مولانا محمد امین صفدرؒ کی طرف زندیقیت کی نسبت کرنا خود اس کے بے دین، ملحد اور ضال مضل ہونے کی علامت ہے۔ حضرت اوکاڑویؒ نے یزید کے مسئلہ میں جس حسنِ انداز سے حضرت حسینؓ اور حضرت معاویہؓ کا دفاع کیا ہے اور مسلکِ علماء اہل سنت دیوبند کی ترجمانی کی ہے، (جس کی تفصیل سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے۔) وہ قابل تحسین، لائق تقلید، باعثِ اطمینان، تسلی بخش اور کافی شافی ہے۔ حضرت معاویہؓ کے شاندار دِفاع کے باوجود اُن کو حضرت معاویہؓ کا گستاخ قرار دینا، اور ان کے بارے میں غلط پروپیگنڈا کر کے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرنا چاند پر تھوکنے کے مترادف ہے۔ اِسی لیے نصرۃ العلوم کے فتویٰ میں لکھا ہے: ''سوال میں جن صاحب کی آپ نے تحریر نقل کی ہے، متعلقہ مسئلہ کی بابت ان کا عقیدہ اُن کے متعلقین سے پوچھ لیں۔ یا اُن کی صریح عبارات کو دیکھ لیں جن میں اُن کے عقیدے کا بیان ہو۔ کسی صحیح العقیدہ شخص کا بلاتحقیق کسی استدلال میں کوئی روایت نقل کرنا اِس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کا بھی وہی عقیدہ ہے جو روایت میں مذکور ہے۔''

جواب سوال نمبر (۲):

سوال: کیا ان روایتوں کے نقل کرنے میں حضرت معاویہؓ کی گستاخی اور توہین ہے یا نہیں؟

جواب: جہاں تک سوال میں مذکور دو روایتوں کا تعلق ہے، اگر نیک نیتی اور علمی گہرائی کے ساتھ غور کیا جائے تو ان میں حضرت معاویہؓ کی گستاخی کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ ہاں! البتہ جن کے قلوب یزید کی محبت میں دھڑکتے اور پھڑکتے ہیں فسق یزید کے قائلین اور یزید کو ''یزید پلید'' کہنے والوں کے بارے میں ان کے دل بغض اور کینے سے لبریز ہیں، وہ جب ناصبیت و یزیدیت کا ٹیڑھا چشمہ لگا کر ٹیڑھی نظر سے دیکھیں گے تو ان کو یزید کو فاسق قرار دینے والی ہر روایت میں گستاخی معاویہؓ کی جھلک دکھائی دے گی۔ یہ آئینے کا قصور نہیں دیکھنے والی آنکھ میں ہی بھینگا پن ہے، جو ٹیڑھا دیکھتی ہے۔

تشریح روایت نمبر (۱)

پہلی روایت کے دو حصے ہیں:

(۱) ---جب حضرت معاویہؓ کو علم ہوا تو حضرت معاویہؓ نے نرمی سے نصیحت فرمائی کہ: بیٹا! ایسے کام نہ کرو، جس سے مروت ختم ہو جائے، دشمن خوش ہو دوست بُرا سمجھے۔

تجربہ یہ ہے کہ جب باپ اپنے بیٹے کو نرمی، شفقت اور دردِ دل سے نصیحت کرتا ہے تو فرمانبردار بیٹا ان کاموں کو چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ یہ سمجھتے رہے کہ یزید نے وہ برے کام چھوڑ دیئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ: اُس نے چھوڑنے کی بجائے برے کاموں کو پوشیدہ اور خفیہ رکھنے کا اہتمام شروع کر دیا۔ گویا اِس نصیحت کے بعد بھی وہ برے کام کرتا تھا، لیکن حضرت معاویہؓ کے علم میں نہیں تھا۔

(۲) ---روایت کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے یزید کو فرمایا: کم از کم دن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو۔ اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں، کتنے فاسق ہیں کہ وہ دن عبادت میں گزارتے ہیں اور رات عیش میں گزارتے ہیں۔

یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے، لیکن معناً صحیح ہے۔

اِس روایت کا دوسرا حصہ بھی محل اعتراض سمجھا جارہا ہے، اور اِس بات کو سیدنا معاوؓیہ کی بے ادبی و گستاخی قرار دیا جارہا ہے کہ انہوں نے یزید کو نصیحت کی کہ برے کام اعلانیہ نہ کرے بلکہ ان کو پوشیدہ رکھے اور اپنے برے کاموں کی پردہ پوشی کرے۔ سائل سمجھ رہا ہے کہ اس نصیحت کی حضرت معاویہ کی طرف نسبت کرنا گستاخی ہے۔ حالانکہ یہی نصیحت نبی پاک ﷺ بھی فرما چکے ہیں۔ جب اُن کی طرف اِس نصیحت کی نسبت بے ادبی نہیں تو سیدنا معاوؓیہ کی طرف اِس کی نسبت کیسے بے ادبی ہوگئی؟ چنانچہ امام ابن کثیرؒ نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد اِس کی تائید میں ایک دوسری حدیث نقل کر کے اِشارہ کر دیا کہ: یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف اور کمزور ہے، لیکن معناً درست ہے۔ کیونکہ دوسری حدیث سے اِس کی تائید ہورہی ہے۔ اِسی لیے امام ابن کثیرؒ نے اِس کو غلط قرار نہیں دیا بلکہ دوسری حدیث سے تائید پیش کر کے معناً اس کو صحیح قرار دیا ہے

تائید نمبر ۱:

مفسر، محدث، مؤرخ امام ابن کثیرؒ نے اِس کی تائید میں جو دوسری حدیث پیش کی ہے، وہ یہ ہے: "**من ابتلی بشیءٍ من ھذہ القاذورات فلیستتر بستر اللہ عز و جل۔**" جو آدمی ان گناہوں کی گندگیوں میں سے کسی چیز میں مبتلا ہوجائے تو جیسے اللہ عزوجل نے اس کو چھپایا ہے وہ بھی چھپائے۔
[البدایہ والنہایہ: ۸/ص ۲۵۶، ۲۵۷] رواہ عبداللہ بن عمر نحوہ تحفہ الاخیار ج ۵ ص ۹۰ خلاصہ البدر المنیر لابن الملقن اسنادہ صحیح علی شرط البخاری والمسلم ج ۲ ص ۳۰۳

تائید نمبر ۲:

ایک اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے: **کل امتی معافی الا المجاھرون وان من المجانۃ الخ۔** میری ساری اُمت کو معاف کر دیا جائے گا، ان کو عذاب سے عافیت اور سلامتی مل جائے گی، مگر گناہ کا اظہار کرنے والوں کے لیے معافی نہیں۔ آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہارِ گناہ کی ایک صورت یہ بتائی کہ بے حیائی کی بات یہ ہے کہ ایک آدمی رات کو گناہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈال دیتا ہے اس کی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن یہ صبح کو خود ہی لوگوں کو بتاتا ہے کہ رات میں نے یہ گناہ کیا ہے اور اظہار کر کے اللہ تعالیٰ نے جو اس پر پردہ ڈالا تھا یہ اس کو تار تار کر دیتا ہے۔ [مشکوٰۃ: ۲/ ۴۱۳، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم متفق علیہ: فیض القدیر للعلامہ المناوی: ۵/ ۱۹۔ التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۲/ ۲۱۰، مرقات شرح المشکوٰۃ: ۸/ ۵۷۵]

اس کا مطلب یہ ہے کہ عملاً گناہ کرنا، یہ بھی گناہ ہے۔ اور اس گناہ کا اظہار یہ بھی الگ سے مستقل دوسرا گناہ ہے۔ اور یہ دوسرا گناہ عملی گناہ سے زیادہ سخت ہے کہ عملی گناہ کی معافی ہے، لیکن اظہارِ گناہ والا ایسا گناہ ہے جس کی معافی اور بخشش نہیں۔ اس کے لیے بخشش اور معافی کا دروازہ بند ہے۔

اور اظہارِ گناہ کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ گناہ کھلم کھلا لوگوں کے سامنے کرنا۔ دوسرا یہ کہ گناہ چھپ کر کرے لیکن بعد میں خود ہی بتادے کہ میں نے یہ گناہ کیا ہے۔

حضرت معاویہؓ نے یزید کو پہلی نصیحت یہ کی کہ جس کام سے مروت ختم ہو، دشمن خوش ہو اور دوست شرمندہ اور نادم ہو۔ (اور باپ بطریق اَولیٰ نادم ہوگا۔) ایسے کام ترک کر دے۔ لیکن درجہ امکان میں یہ احتمال بھی تھا کہ ممکن ہے وہ گناہ ترک نہ کرے، تو دوسری نصیحت یہ فرمادی کہ: اگر بُرے کام کرنے ہی ہیں تو کھلم کھلا نہ کر اور اس کا اظہار نہ کر کہ اظہار نہ کرنے میں صرف عملی گناہ ہوگا اور اظہار کرنے میں دو گناہ بن جائیں گے، ایک عملی گناہ اور دوسرا اُس گناہ کا اظہار۔ اور اظہارِ گناہ عملی گناہ سے زیادہ سخت ہے۔

دوسری نصیحت میں چند حکمتیں:

غور کیا جائے تو نبی پاک کی اتباع میں سیدنا معاوؓیہ کی طرف سے کی گئی اِس نصیحت میں چند حکمتیں بھی سمجھ آتی ہیں:

☆ ۔۔۔ ایک حکمت یہ ہے کہ اگر بُرے کام ترک نہیں کرتا تو اظہار والے سخت ترین (اعلانیہ) گناہ کا ارتکاب نہ کر۔

☆ ۔۔۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ محاورہ ہے: **الناس علی دین ملوکھم۔** لوگ اپنے بادشاہوں اور حکمرانوں کے طریقوں کو اختیار کرتے ہیں، اگر کھلم کھلا

گناہ ہوئے یا ان کا اظہار ہوا تو رعایا بھی ان گناہوں میں مبتلا ہو جائے گی، اس لیے گناہ کا اظہار نہ کرنا۔

☆۔۔۔تیسری حکمت یہ ہے کہ جب حاکم اعلانیہ بُرے کام کرے گا تو رعایا کو بُرے کاموں سے کیسے روکے گا اور روکنے کی کوشش کرے گا تو وہ کوشش بے نتیجہ اور بے فائدہ ہوگی، نتیجہ خیز ثابت نہ ہوگی۔

☆۔۔۔چوتھی حکمت یہ ہے کہ جب حاکم اعلانیہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور عادی مجرم بن جاتا ہے تو رعایا کے دلوں سے اس کی محبت وعظمت اور اس کا رعب و دبدبہ ختم ہو جاتا ہے، حکومت بے وقعت اور بے اثر ہو جاتی ہے، حکومت کی گرفت، حکومت کا کنٹرول ختم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے قوم میں انتشار اور فسادات شروع ہو جاتے ہیں اور قوم بزدل بن جاتی ہے، دشمن ان پر دلیر ہو جاتا ہے۔

☆۔۔۔پانچویں حکمت یہ ہے کہ خفیہ گناہ کرنے میں ایک گناہ لازم ہوتا ہے یعنی عملی گناہ۔ اور اظہار گناہ کی صورت میں دو گناہ جمع ہو جاتے ہیں ایک عملی گناہ دوسرا گناہ کا اظہار جو پہلے گناہ سے زیادہ سخت ہے۔ سابقہ تفصیلات وتائیدات سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے گناہ پر پردہ پوشی کی نصیحت کرنے میں اُن کی گستاخی و بے ادبی نہیں ہے۔ لیکن اگر یزیدی مستفتی پھر بھی یہ سمجھتا ہے کہ: اِس سے حضرت معاویہؓ پر اعتراض کا پہلو ہی نکلتا ہے اور اس کا نقل کرنے والا گستاخ اور زندیق ہے تو ہمارے دو سوال ہیں

تائید نمبر تین (۳): گناہ کو پوشیدہ رکھنا قابل تعریف ہے!

سیدنا معاویہؓ کی اس نصیحت کی دو نبوی تائیدات اور اُس کی مذکورہ بالا ممکنہ حکمتیں تحریر کرنے کے بعد ایک اور مفصل تائید بھی ملاحظہ کیجئے۔

امام غزالیؒ نے اپنی عظیم کتاب "احیاء علوم الدین" میں مستقل عنوان قائم کیا ہے: **بیان الرخصة فی کتمان الذنوب و کراهة اطلاع الناس علیها**۔ (گناہوں کو چھپانے کی رخصت اور ان پر لوگوں کے اطلاع پانے کی کراہت کا بیان) امام غزالیؒ فرماتے ہیں: نیت کے اعتبار سے ستر معاصی کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ عاصی گناہوں کو اِس لیے چھپاتا ہے تاکہ لوگ اس کو متقی اور پرہیزگار سمجھیں اور اس میں خوف خدا خیال کریں، یہ ممنوع ہے۔ دوسری قسم جس میں یہ ریاکاری نہ ہو، سترِ معاصی کی یہ قسم صحیح وصادق ہے بلکہ اس کو اظہارِ معصیت اور اخبارِ معصیت کے مقابلے میں اخفا معصیت کو قابل تعریف اُمور میں شمار کیا گیا ہے، جس کی چند وجوہ ہیں:

وجہ اول: سترِ معاصی اور ان پر لوگوں کے مطلع ہونے کی عاصی کے دِل میں کراہت اِس لیے قابل تعریف ہے کہ جب کوئی آدمی علی الاعلان ظاہر باہر گناہوں کا عادی ہو جاتا ہے تو وہ گناہوں پر جری ہو جاتا ہے، اس میں گناہوں سے اجتناب کا داعیہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور یہ خواہش پرستی کی انتہا ہوتی ہے۔ جبکہ خفیہ گناہ کرنے اور اس کی پردہ دری سے خوف کرنے والے کے دِل میں معصیت کا خوف باقی ہوتا ہے۔ اور اس میں اجتناب عن المعاصی کا داعیہ قدرے موجود ہوتا ہے۔

وجہ دوم: اس کے دِل میں یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کی پردہ دری کر دی تو قیامت کے دن بھی اس کی پردہ دری ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن اسی کی پردہ پوشی کریں گے جس کی دنیا میں پردہ پوشی کی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: **من ستر الله علیه فی الدنیا ستر الله فی الآخرة**۔ (جس کی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پردہ پوشی کی، آخرت میں بھی اُسی کی پردہ پوشی کرے گا۔) اِس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جس کی پردہ پوشی نہ کی بلکہ پردہ دری کی، آخرت میں بھی پردہ پوشی کی بجائے اس کی پردہ دری ہوگی۔

وجہ سوم: اِس لیے بھی سترِ معاصی قابل تعریف ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصی کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی معصیت کو چھپائے۔ حدیث پاک میں ہے: **من ارتکب شیئا من هذه القاذورات فلیستتر بستر الله تعالیٰ علیه**۔ (جس نے گناہوں کی گندگیوں میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈال دیا تو اس شخص کو چاہیے کہ وہ خود بھی اس کو چھپائے۔)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: **فهو و ان عصی الله بالذنب فلم یخل قلبه عن محبته ما أحبه الله، و هذا ینشأ من قوة الایمان**۔ (گناہ کی وجہ سے اگرچہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے، لیکن اس کا دِل اس چیز کی محبت سے خالی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے (یعنی اپنے گناہ چھپانا) اور یہ کیفیت ایمانی قوت سے پیدا ہوتی ہے۔) معلوم ہوا کہ خفیہ معصیت کرنے والے کے دِل میں ایمانی قوت کسی نہ کسی درجے میں موجود ہے، اخفاء فسق ومعصیت اِسی کا

نتیجہ ہے۔ جبکہ اعلانیہ گناہ کرنے والے کا دل اکثر اس محبت سے اور اس قوت ایمان سے خالی ہوتا ہے۔

وجہ چہارم: کھلم کھلا معاصی کی وجہ سے لوگ مذمت وملامت کریں گے، جس سے طبعی طور پر اس کے دِل کو تکلیف اور پریشانی لاحق ہوگی جو عقل کو متاثر کرے گی، عقل کو ماؤف رکھے گی اور عبادت کے خشوع وخضوع میں مانع بن جائے گی۔

وجہ پنجم: اعلانیہ معصیت کی صورت میں لوگ اس کی معصیت کا اور اس کے مرتکبِ معصیت ہونے کا ذکر کریں گے اور وہ لوگ اس کی معصیت کے گواہ بن جائیں گے۔ اور جیسے گواہی ہو اس کے مطابق فیصلہ ہوتا ہے، جیسے حدیث پاک میں ہے: **من اثنیتم علیہ خیر او جبت لہ الجنۃ، و من اثنیتم علیہ شرا و جبت لہ النار، انتم شھداء اللہ فی الأرض ثلاثاً۔** (تم نے جس کی خیر کا ذکر کیا، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، اور جس کا تم نے شر کے ساتھ ذکر کیا، اس کے لیے دوزخ کی آگ واجب ہوگئی۔ تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ کلمہ ارشاد فرمایا۔) پس اعلانیہ گناہ کرنا اپنے شر پر گواہ بنانا ہے، جبکہ سترِ معاصی میں شر پر کوئی گواہ نہیں ہوتا۔

وجہ ششم: اِظہارِ معصیت اور اِعلانیہ معصیت کی صورت میں اس کی معصیت کا تذکرہ کرنے والے گناہ گار ہوں گے، جس کا سبب اعلانیہ معصیت ہے۔ پس خفیہ معاصی کی صورت میں نہ مذمت ہوگی اور نہ معصیت کا تذکرہ ہوگا۔ لہٰذا ''غیر کے گناہ کے تذکرے'' والے گناہ سے لوگ محفوظ رہیں گے۔

وجہ ہفتم: اعلانیہ گناہ کرنے کی صورت میں سرکاری یا غیر سرکاری لوگوں کی طرف سے عِقاب یا عتاب کا اس کے دِل میں خوف ہوتا ہے، یہ خوف اس کو اخفاء معصیت پر مجبور کرتا ہے۔ اِس سے اتنا پتہ چل گیا کہ وہ گناہ کو گناہ سمجھتا ہے، اِس کو باعثِ عذاب سمجھتا ہے۔ لہٰذا یہ خوف کسی وقت اس کا رخ بدل سکتا ہے، لیکن جو اعلانیہ بصورتِ اِظہار یا بصورتِ اخبار گناہ کرتا ہے، اِس بات کی علامت ہے کہ وہ اس کو معصیت نہیں سمجھتا یا ہلکے درجے کی معصیت سمجھتا ہے، بہت حد تک ممکن ہے کہ ایسے آدمی کو توبہ کی توفیق ہی نہ ہو، کیونکہ جو آدمی گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا یا خفیف سمجھتا ہے، اس کو توبہ کی توفیق کم ہوتی ہے۔

وجہ ہشتم: گناہ کا اخفاء اور سترِ معاصی اس بات کی دلیل ہے کہ اس آدمی میں ابھی تک کچھ حیاء باقی ہے۔ اور حدیثِ پاک میں ہے: **الحیاء شعبۃ من الایمان۔** (حیاء ایمان کی شاخ ہے۔) اس کا مطلب یہ ہوا کہ اَبھی اس کے دِل میں ایمان کی جڑ ہری بھری موجود ہے، یہ ایمان اور حیاء کسی وقت بھی اپنا رنگ دکھا سکتے ہیں اور اس کو توبہ کی طرف لا سکتے ہیں۔ جبکہ وہ آدمی جو عملی معصیت اور اِظہارِ معصیت یا اخبارِ معصیت کے دوہرے گناہ کا مرتکب ہو اس کے بارے میں یہ اُمید بہت کم ہے۔

وجہ نہم: اخفاءِ معصیت اور گناہ کو پوشیدہ رکھنے کی صورت میں کوئی آدمی بھی اس کو اپنے لیے نمونہ بنا کر گناہ کا مرتکب نہیں ہوگا، کیونکہ وہ اپنے گناہ کو چھپائے ہوئے ہے۔ جبکہ اِظہار واخبار کی صورت میں گناہ کرنے والا کئی لوگوں کے لیے اِرتکابِ گناہ کا نمونہ بنے گا اور نجانے کتنے لوگ اس کی دیکھا دیکھی گناہ کے مرتکب ہو جائیں گے اور گناہ کے راستے پر چل پڑیں گے۔

وجہ دہم: جب عاصی، معصیت والے کام اور فاسق، فسقیہ کام خفیہ کرے گا اور ان کا خفاء کرے گا تو لوگوں کے عقاب وعتاب سے اور لوگوں کی مذمت سے بچ جائے گا، اور رسوائی سے محفوظ رہے گا تو وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا، عین ممکن ہے کہ اس کی شکر گزاری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو فسقیہ کام چھوڑنے کی توفیق دیدیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے: **لئن شکرتم لازیدنکم۔** اور وہ ''زیادت'' ترکِ معصیت ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **و من یشکر فانما یشکر لنفسہ۔** اور گناہ کو خفیہ رکھنے والے شاکر کے لیے ''نفع'' ترکِ معصیت ہے۔

نیز اس میں جو حیاء اور شعبۃ من الایمان باقی ہے، وہ اِس شکر کے نتیجے میں قوی ہو جائے۔ اور یہ عین ممکن ہے کہ قوتِ حیاء اور قوتِ ایمان، فسقیہ کاموں میں اور امورِ معصیت کے ارتکاب میں مانع بن جائے۔

اس نصیحت کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا گستاخی نہیں

خلاصہ یہ ہے کہ اِن دس وجوہات کی بنا پر معاصی کا اظہار یا اِخبار کے مقابلہ میں معاصی کا اِخفاء قابل تعریف عمل ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے اگر غور کیا جائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دوسری نصیحت اِن دس وجوہ کی بنا پر قابل تعریف ہے۔ اِس میں حضرت معاویہؓ کی گستاخی اور توہین کا پہلو نہیں ہے۔

اور حضرت معاویہؓ کا یہ نصیحت کرنا مذکورہ بالا دس وجوہ کی بنا پر قابل تعریف ہے نہ کہ باعثِ اعتراض! حضرت معاویہؓ نے پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ

ایسے کام نہ کروجس سے مروت ختم ہوجائے، دشمن خوش ہوں، دوست برا سمجھیں۔اور دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ: اظہار و اخبار کی صورت میں فسقیہ کاموں کے کرنے سے ان کا اخفاء اور خفیہ کرنا بہتر ہے۔ یہ نصیحت بھی مذکورہ دس وجوہ کی بنا پر قابل تعریف ہے۔

اور یزید خلیفہ بننے کے بعد رفتہ رفتہ فسقیہ کاموں کے اخبار پھر اظہار تک پہنچا تو اس کی اخفاء والی پہلی حالت اظہار والی دوسری حالت کے مقابلے میں مذکورہ دس وجوہ کی بنا پر بہتر اور قابل تعریف ہے۔(بشرطیکہ اِس اخفاء سے اُس کا مقصد ریا کاری ودکھلاوا اور اپنے کو متقی باور کرانا نہ ہو۔)

اگر اہل علم حضرات مذکورہ تائیدی دو حدیثوں اور احیاء العلوم للغزالی (۳/۳۱۹)، شرح عین العلم و زین الحلم، مؤلفہ ملاعلی قاریؒ [۲/۱۰۳] اور اتحاف سادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین [۸/۳۰۵] کا بغور مطالعہ کریں گے تو ان پر حقیقت عیاں ہوجائے گی۔اور اُمید ہے کہ وہ دُعائے خیر سے یاد کریں گے۔

مولانا اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد

مناظر اعظم مولانا اوکاڑویؒ کا اضافہ کردہ جملہ (باپ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا) دراصل حضرت معاویہؓ نے دو نصیحتیں کیں۔ یزید نے پہلی نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے دوسری نصیحت پر عمل کر کے خفیہ بُرے کام شروع کر دیئے اس میں حضرت معاویہؓ کا دفاع ہے کہ جب حضرت معاویہؓ نے اس کو ولی عہد بنایا تو وہ باپ سے خفیہ فسقیہ کام کرتا تھا جو حضرت معاویہؓ کے علم میں نہ تھے لہذا حضرت معاویہؓ پر اعتراض کرنا غلط ہے فرمایئے اس میں حضرت معاویہؓ کا دفاع اور صفائی ہے یا گستاخی ہے؟اور مولانا امینؒ حضرت معاویہؓ کے وکیل صفائی ہیں یا گستاخ اور موہن ہیں؟۔کہیں ایسا تو نہیں کہ: اِس روایت میں یزید کی طرف جو فسق کی نسبت کی گئی ہے، وہ برداشت نہ ہونے کی وجہ سے یزیدی لوگوں نے دفاع معاوؓیہ کی آڑ میں فسق یزید کے اِنکار کی، اور یزید کی منقبت و مدح سرائی کی مہم چلا رکھی ہے؟۔

اور اگر حضرت معاوؓیہ کی اس دوسری نصیحت میں ان کی گستاخی ہے تو خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی نصیحت فرمائی ہے۔اِس کا کیا جواب ہے؟

الزامی جواب:

اگر ستر معاصی کی نصیحت کرنا یا ایسی نصیحت کو نقل کرنا گستاخی کے زمرے میں آتا ہے تو اس پر ہمارے دو سوال ہیں

(۱)۔۔۔امام ابن کثیر نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ستر معاصی کی مرفوع حدیث نقل کر کے طبرانی والی حدیث کو معناً صحیح قرار دیا ہے جس میں حضرت معاویہؓ نے یزید کو ستر معاصی کی نصیحت کی ہے اور تائیدی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ستر معاصی کا حکم نقل کیا ہے اس سے امام ابن کثیر گستاخ معاویہ اور گستاخ رسول بنے ہیں یا نہیں اور امام ابن کثیر زندیق ہیں یا نہیں؟

(۲)۔۔۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اسی مضمون کی دو حدیثیں نقل کی ہیں کہ گناہ کر کے اس کا اظہار نہ کیا کرو بلکہ اس کو چھپایا کرو نیز امام غزالیؒ نے احیا العلوم میں اور ملاعلی قاریؒ نے شرح عین العلم وزین الحلم میں اور مرقاۃ شرح مشلوۃ میں اور مرتضی زبیدیؒ نے اتحاف السادہ میں آٹھ وجوہ سے اخفا معاصی کو قابل تعریف عمل قرار دیا ہے اور ابن ملقنؒ نے عبداللہ ابن عمرؓ کی حدیث کے بارے میں لکھا اسنادہ علی شرط البخاری ومسلم اور صاحب مشکوۃ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کو متفق علیہ لکھا ہے تو کیا حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، امام غزالی، ملاعلی قاری، مرتضی زبیدی، ابن ملقن اور صاحب مشکوۃ جنہوں نے نبی کریم سے اخفا معاصی کا حکم نقل کیا ہے اور ان احادیث کی تصحیح بیان کی ہے اور اس عمل کو قابل تعریف قرار دیا ہے کیا ان پر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے ادب وگستاخ ہونے کا اور زندیق ہونے کا فتوی لگ سکتا ہے؟؟ اگر ان حضرات پر بے ادب گستاخ اور زندیق ہونے کا فتوی نہیں لگ سکتا تو مولانا امین صفدرؒ نے جو امام ابن کثیر کے حوالہ سے طبرانی کی حدیث نقل کی ہے اور اس پر صحت کا حکم بھی نہیں لگایا تو ان پر حضرت معاویہؓ کے بے ادب گستاخ اور زندیق ہونے کا فتوی لگانے کا کیا جواز ہے؟

تشریح روایت نمبر ۲:

یہ تحریر جس استفتاء کے جواب میں لکھی جارہی ہے، اس میں درج دوسری روایت کا خلاصہ دو چیزیں ہیں:

(۱)۔۔۔حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی درخواست پر اُن کے بڑھاپے کی وجہ سے سیدنا معاویہؓ نے اُن کو گورنری سے معزول کر دیا۔مگر جب حضرت مغیرہؓ نے

یزید کو ولی عہد بنانے کا مشورہ دیا تو سیدنا معاویہؓ نے اُن کو دوبارہ بحال کر دیا۔ معترض نے اِس کو ''سیاسی رشوت'' کا نام دیا ہے۔ جو کہ صحابی کی شان کے منافی ہے۔

(۲)۔۔۔ یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی مہم کے دوران جن حضرات صحابہ کرامؓ نے بیعت سے اِنکار کیا، حضرت معاویہؓ اُنھیں ڈراتے دھمکاتے رہے۔ معترض نے اِس سے یہ مفہوم اخذ کیا ہے کہ: اِس سے یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ (نعوذ باللہ) دھونس اور جبر سے کام لے رہے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کسی صحابی کے شایانِ شان نہیں۔

حصہ اول کا جواب (۱): حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی روایت کا ایک جواب یہ ہے جو فتویٰ دار العلوم دیوبند اور فتویٰ نصرۃ العلوم میں مذکور ہے:

اولاً: یہ واقعہ سنداً ثابت نہیں اور اگر بفرض محال مذکورہ واقعے کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ کی عظمتِ شان اور صحابیت کے بلند مقام کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی ایسی توجیہ کریں گے جو اُن کی ذاتِ عالی مقام کے شایانِ شان ہو۔ چنانچہ یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ: حضرت مغیرہ کی نظر میں یزید خلافت کا اہل تھا اور صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی دیانت داری کے ساتھ ان کی ہم نوا تھی۔ وہ الگ بات ہے کہ جمہور اُمت کے نزدیک صحیح رائے اُن حضرات صحابہؓ کی تھی جو یزید کو ولی عہد بنانے کے مخالف تھے۔ [فتویٰ دار العلوم دیوبند، بجواب عبدالواحد لطیف]

فتویٰ نصرۃ العلوم میں ہے کہ: حضرت امیر معاویہؓ کا یزید کو ولی عہد بنانا مسلمانوں کی وحدت اور اجتماعیت کو باقی رکھنے اور افتراق سے بچنے کے لیے تھا اور یزید میں ولی عہد بننے کی صلاحیت بھی تھی۔ تو یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے سیاسی رشوت کے طور پر دوبارہ کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ [فتویٰ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ]۔

جواب (۲): چونکہ یزید کی ولی عہدی کے لیے ذہن سازی اور ماحول بنانے کی ضرورت تھی، اور حضرت مغیرہ بن شعبہ ایک عرصہ تک گورنری کے عہدے پر رہ چکے تھے، اس لیے اُن کے اثرات تھے، معمر بھی تھے۔ اور عمر رسیدہ آدمی کا ہر کوئی احترام کرتا ہے۔ اور تجربہ کار بھی تھے، نیز یزید کی ولی عہدی کے محرک و مجوز بھی تھے۔ اِن وجوہ کی بناء پر ان کی کوشش جتنی مؤثر ہوسکتی تھی، نئے گورنر کی کوشش اتنی مؤثر نہ ہوتی، اِس لیے حضرت مغیرہ کو بحال کر دیا۔

الزامی جواب: اگر ناصبی یزیدی خواہ مخواہ اِس عمل کے رشوت ہونے پر مصر ہوں تو پھر اُن سے ہمارے چند سوال ہیں؛

(۱)۔۔۔ ''من قتل قتیلا فلہ سلبہ'' کا کیا عنوان ہوگا؟ کیا اِسے بھی رشوت کہا جائے گا؟ اگر رشوت نہیں اور یقیناً نہیں تو یہاں تاویل ہوگی کہ: اس میں ''یاایھا النبی حرض المؤمنین علی القتال''۔ کے حکم کے مطابق ''من قتل قتیلا۔۔الخ'' تحریض علی القتال کی عملی صورت ہے۔

(۲)۔۔۔ اِسی طرح صحیح مسلم میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے بارے میں کہا: ''لا اشبع اللہ بطنہ''۔ علی احمد عباسی نامی ناصبی بھی اِس کی تاویل کر کے کہتے ہیں کہ: یہ پیار کا کلمہ ہے۔ [حضرت معاویہؓ کی سیاسی زندگی: ۵۱]

(۳)۔۔۔ یزید نے حضرت حسینؓ کے سامنے شام کی خوشبو دار شراب پیش کی، لیکن حضرت حسینؓ نے واپس کر دی۔ محمود احمد عباسی نے اِس کی توجیہ کی ہے کہ حضرت حسینؓ کا شرابِ شام کو واپس کرنا اس لیے نہیں تھا کہ وہ نشہ آور تھی بلکہ حضرت حسینؓ کو مرض برسام تھا اور مرض برسام کی وجہ سے خوشبو دار ٹھنڈے شربت کے استعمال کرنے میں احتیاط برتی ہوگی یہ توجیہ یزید کے دفاع کے لیے ہے کہ یزید جو شراب شام پیتا تھا وہ نشہ آور نہ تھی اور حضرت حسین کا شراب شام کو واپس کرنا نشہ آور ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اپنے مرض برسام کی وجہ سے تھا [خلافت معاویہؓ و یزید ص ۴۱۶]

جب ان روایات کی یزیدی تاویلات قابل قبول ہیں تو حضرت مغیرہؓ والی روایت کی تاویل کیوں قابل قبول نہیں؟ درست اور اِنصاف کا طریقہ یہ ہے کہ جن روایات کو اکابر اہل سنت نے قابل قبول قرار دیا ہے اُن کی ایسی تاویل کی جائے جو صاحبِ روایت کے مقام کے مناسب ہو۔

(۴)۔۔۔ محمود احمد عباسی نے یزید کا ایک واقعہ نقل کیا ہے عبدالرحمان بن حسان ایک مرتبہ امیر المومنین یزید کے پاس آئے انہوں نے ان کے حسب توقع ان کی خاطر و مدارات نہیں کی اس پر انہوں نے (یزید کی) ہجو میں کچھ اشعار کہے امیر یزید کے اعیان میں سے حصین بن نمیر یا مسلم بن عقبہ نے کہا آپ ان کو قتل کر دیجیے کیونکہ امیر المومنین معاویہؓ کے حلم نے لوگوں کو آپ پر بہت جری کر دیا ہے۔ امیر المومنین یزید نے فرمایا ہم نے ان کے ساتھ خشکی برتی تھی اور محروم رکھا تھا اس لیے اس ہجو کے ہم مستحق ہو گئے اس کے بعد انہیں تیس ہزار درہم بھیج دیے تو انہوں نے ان کی مدح کی [خلافت معاویہؓ و یزید ص ۳۵۷]

اگر حضرت مغیرہؓ کو گورنری پر بحال کرنا یزیدیوں کے نزدیک سیاسی رشوت ہے تو تیس ہزار درہم دے کر اپنی مدح کرانا بھی رشوت ہے جس کا خود یزید نے انکشاف و اقرار کیا ہے اس لیے یزید کے القاب میں ایک لقب کا اضافہ کر کے اپنے اس امام عادل کو یوں القاب سے نوازیں یزید امام المسلمین، یزید امیر المومنین۔ یزید خلیفہ راشد، یزید خلیفہ راشی۔

اَشخاص و مقاصد بدلنے سے حکم بدل جاتا ھے:

بعض دفعہ بات ایک ہوتی ہے مسئلہ کی صورت بھی ایک ہوتی ہے لیکن اشخاص و افراد اور مقاصد کے بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے۔ مجدد الف ثانی ؒ لکھتے ہیں: ''مسلمانی اور مہربانی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی ایسا کلمہ صادر ہو جو بظاہر علوم شرعیہ کے مخالف ہو تو دیکھنا چاہئے کہ اس کا کہنے والا کون ہے۔ اگر ملحد و زندیق ہو تو اس کو رد کرنا چاہئے اور اگر اس کلمے کا کہنے والا مسلمان ہو اور خدا اور رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو تو اس کے واسطے صحیح محمل پیدا کرنا چاہیے یا اس کے کہنے والے سے اس کا حل طلب کرنا چاہیے۔ [مکتوبات امام ربانی، اردو: ۲/۱۴۱]

اور نصرۃ العلوم کے فتویٰ میں مذکور درج ذیل عبارت سے بھی اِس کی تائید ہوتی ہے: ''سوال میں جن صاحب کی آپ نے تحریر نقل کی ہے، متعلقہ مسئلہ کی بابت ان کا عقیدہ ان کے متعلقین سے پوچھ لیں یا ان کی صریح عبارات کو دیکھ لیں جس میں ان کے عقیدے کا بیان ہو۔''

دوسری روایت کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: ''ایسی کمزور روایت کی بنیاد پر حضرت امیر معاویہؓ یا حضرت مغیرہ بن شعبہؓ پر طعن کرنا جائز نہیں اور جن صاحب کی تحریر آپ نے سوال میں نقل کی ہے ان کی مراد اس روایت کو نقل کرنے سے کیا ہے، ان کے متعلقین سے پوچھ لیں یا اس بابت ان کی صریح عبارات دیکھ لیں۔''

معلوم ہوا کہ اشخاص اور مقاصد کے بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے۔ اور بقول مجدد الف ثانی ؒ اگر قائل ملحد و زندیق ہو تو تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں۔ اور اگر قائل مسلمان ہو تو اس کی جو بات بظاہر خلاف شرع ہو اس کا صحیح محمل پیدا کرنا چاہئے اور اس کا حل طلب کرنا چاہیے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے!

(۱)۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بحالت روزہ بیوی کے بوسہ لینے کا مسئلہ دو آدمیوں نے پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کو اِجازت دیدی دوسرے کو منع کیا۔ جس کو اجازت دی وہ بوڑھا تھا جس کو منع کیا وہ جوان تھا۔ ظاہراً تضاد ہے۔ لیکن حقیقت میں شخص کے بدلنے سے حکم بدل گیا۔

(۲)۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں سے کچھ لوگوں نے سورج، چاند، ستاروں کے متعلق کہا: ''ھذا ربی'' تو مشرک اور کافر قرار پائے۔ مگر یہی جملہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تو چونکہ مقصود تھا اثباتِ توحید، جو عین ایمان ہے۔ شخص اور مقصد بدلا تو حکم بدل گیا۔

(۳)۔۔۔ اگر کوئی ملحد زندیق کسی نبی کے بارے میں کہے کہ: اس نے جھوٹ بولا تو اُس کا یہ کہنا کفر ہے۔ مگر بخاری میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین کذب بولے ہیں۔ جب کہ قرآن کریم میں ہے: ''انه کان صدیقا نبیا'' ملحد نے لفظ ''کذب'' سے جھوٹ مراد لیا تو وہ کافر ہو گیا۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ''کذب'' سے مراد ہے توریہ، یہاں بھی شخص اور مقصد بدلا تو حکم بدل گیا۔

(۴)۔۔۔ مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات دیکھے تو معجزے کے وجود کو تسلیم کیا، مگر کہا کہ: یہ جادو کے زور پر ہے۔ اُن کا مقصد تھا نبوت کی تکذیب۔ وہی معجزات جب صحابہ کرامؓ نے دیکھے تو انہوں نے بھی وجود تسلیم کیا، لیکن اُسے دلیل نبوت سمجھا۔ اور تصدیق کی۔ مشرکین کا مقصد نبوت کی تکذیب اور کفر تھا، صحابہ کرام کا مقصد تصدیق اور ایمان تھا۔ پس شخص اور مقصد بدلا تو حکم بدل گیا۔

(۵)۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے غیب کی خبریں دیں: ''تلک من انباء الغیب''۔ مشرکین نے سن کر غیبی خبریں بتانے والا مان لیا، لیکن کہا: یہ کاہن ہے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی غیبی خبریں بتانے والا تسلیم کیا، لیکن کہا: یہ نبی ہیں۔ مشرکین کا مقصد نبوت کی تکذیب و کفر تھا۔ صحابہ کرام کا مقصد تصدیق و ایمان تھا۔ شخص اور مقصد بدلا تو حکم بدل گیا۔

(۶)۔۔۔ تفسیر کبیر [۱۶/۲۲۱، ۲۲۲] میں ہے: ''ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں آپ پر ایمان لانے کا ارادہ رکھتا ہوں، لیکن شراب خوری، زنا، چوری اور جھوٹ (چار برائیوں) کو پسند کرتا ہوں، اور میں نے سُنا ہے کہ آپ ان چیزوں کو حرام بتاتے ہیں، اور

میں ان سب کونہیں چھوڑسکتا۔ اگر آپ ﷺ مجھ پر شفقت کریں کہ میں ان میں سے ایک کو چھوڑ دوں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اترک الکذب (جھوٹ بولنا چھوڑ دے) اُس نے یہ عہد قبول کرلیا اور ایمان لے آیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کے سامنے شراب پیش کی گئی، اس نے دل میں سوچا کہ اگر میں شراب پی لوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے شراب پینے کے متعلق پوچھ لیا، میں نے انکار کیا تو یہ جھوٹ ہوگا اور یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔ اور سچ بولوں گا تو آپ مجھ پر حد جاری کریں گے۔ سو اس نے شراب چھوڑ دی۔ پھر اس کے سامنے فاحشہ عورت پیش کی گئی اس کے دل میں وہی بات آ گئی (اگر)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنا کی بابت پوچھ لیا اگر انکار کروں تو جھوٹ اور عہد شکنی ہوگی سچ بولوں تو مجھ پر حد زنا جاری ہوگی لہٰذا اُس نے زنا چھوڑ دیا۔ اسی طرح چوری کا معاملہ ہوا چنانچہ اس نے یہ تینوں گناہ چھوڑ دیئے۔ (جھوٹ پہلے ہی چھوڑ چکا تھا) اس نے چاروں گناہ چھوڑ دیئے۔ "**فعاد الی رسول اللہ ﷺ فقال: ما أحسن ما قلت: لما معتنی عن الکذب انسدت أبواب المعاصی علی، وتاب من کل۔**" وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوٹ کر آیا اور کہا کہ: آپ نے کتنی خوبصورت بات بتائی ہے، جب آپ نے مجھے جھوٹ سے منع کیا تو مجھ پر سب گناہوں کے دروازے بند ہو گئے، چنانچہ وہ سب گناہوں سے تائب ہو گیا۔

یہودی، عیسائی اور دشمنان رسول کہیں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار میں سے تین گناہوں کی اجازت دیدی اور یہ کفر ہے۔ پس ان کا مقصد اِس سے "معاصی کی اجازت" اخذ کرنا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کفر کی نسبت کرنا مقصود ہے۔ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد تھا جھوٹ سے منع کر کے سب معاصی کے دروازوں کا بند کرنا، جو عین ایمان ہے۔ شخص اور مقصد بدلا تو حکم بدل گیا۔

(۷)۔۔۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کو کہا کہ: تو بادشاہ کو کہہ دینا کہ میں ابراہیم کی بہن ہوں۔ دشمنان ابراہیم کہیں گے کہ: ابراہیمؑ نے خود بھی جھوٹ بولا اور اپنی بیوی سے بھی جھوٹ بلوایا۔ لیکن یہ سوچ کفریہ سوچ ہے۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کی مراد تھی: اسلامی بہن۔ جو توریہ ہے۔ اور بوقت ضرورت توریہ جائز ہے۔ شخص اور مقصد بدلا تو حکم بھی بدل گیا۔

(۸)۔۔۔لوط علیہ السلام کے گھر میں فرشتے خوبصورت بے ریش لڑکوں کی شکل میں آئے، قوم کے اوباش، عیاش اور بدمعاش لوگوں کو پتہ چلا تو وہ غلط خواہش لے کر دوڑتے ہوئے آئے، حضرت لوط علیہ السلام نے مہمانوں کی عزت بچانے کے لیے کہا: **ھولا بناتی ھن اطھر لکم۔** بے شک یہ میری بیٹیاں تمہارے لیے پاک اور حلال ہیں۔ (اپنی نفسانی خواہش ان سے پوری کرو)۔ دشمنانِ لوط کہیں گے کہ: غیر کی نفسانی خواہش کے لیے بیٹیاں پیش کرنا بڑی بے غیرتی اور سخت گناہ ہے، اور نبی کے بارے میں ایسی سوچ کفر ہے۔ لیکن لوط علیہ السلام کی مراد تھی کہ قوم کی اپنی بیویاں ان کے لیے پاک اور حلال ہیں۔ اور چونکہ لوط علیہ السلام اپنی قوم کے بڑے تھے تو وہ قوم کی بچیوں کو بھی اپنی بیٹیاں ہی سمجھتے تھے، اس لیے ان کی بیویوں کو مجازاً "بناتی" (میری بیٹیاں) کہہ دیا، اس لئے ایسا کہنا نہ بے غیرتی ہے نہ گناہ ہے۔ شخص اور مقصد بدلا تو حکم بدل گیا۔

(۹)۔۔۔حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ جو حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مربی و مصلح تھے، حضرت نانوتویؒ طالب علمی میں ہی ان کی تربیت میں آ گئے تھے، ان کا ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے: ایک مرتبہ آپ کا جلال آباد یا شاملی گزر ہوا، ایک مسجد ویران پڑی تھی، وہاں نماز کیلئے تشریف لا کر پانی کھینچا، وضو کیا، مسجد میں جھاڑو دی، بعد میں ایک شخص سے پوچھا کہ یہاں کوئی نمازی نہیں؟، اس نے کہا جی سامنے خان صاحب کا مکان ہے جو شرابی اور رنڈی باز ہیں، اگر وہ نماز پڑھنے لگیں تو یہاں اور بھی دو چار نمازی ہو جائیں، آپ ان خان صاحب کے پاس تشریف لے گئے، رنڈی پاس بیٹھی ہوئی تھی اور نشے میں مست تھے، آپ نے خان صاحب سے فرمایا بھائی خان صاحب اگر تم نماز پڑھ لیا کرو تو دو چار آدمی اور جمع ہو جایا کریں گے اور مسجد آباد ہو جائے گی، خان صاحب نے کہا میرے سے وضو نہیں ہوتا، اور نہ یہ دو بری عادتیں چھوٹتی ہیں، آپ نے فرمایا بے وضو ہی پڑھ لیا کرو، اور شراب بھی پی لیا کرو، اس پر اس نے عہد کیا کہ میں بغیر وضو نماز پڑھ لیا کروں گا، آپ وہاں سے تشریف لے گئے اور کچھ فاصلے پر نماز پڑھی اور سجدے میں خوب روئے، ایک شخص نے (ظاہری بات کو دیکھ کر) دریافت کیا کہ حضرت! آپ سے دو ایسی باتیں سرزد ہوئیں جو کبھی نہیں ہوئیں، اول یہ کہ آپ نے شراب اور زنا کی اجازت دے دی، دوسرے یہ کہ آپ سجدے میں خوب روئے، فرمایا کہ سجدہ میں میں نے جناب باری سے التجاء کی تھی، کہ اے رب العزت! کھڑا تو میں نے کر دیا، اب دل تیرے ہاتھ میں ہے، ان خان صاحب کا یہ حال ہوا کہ جب رنڈیاں پاس سے چلی گئیں تو ظہر کا وقت تھا، اپنا عہد یاد آیا، پھر خیال آیا کہ آج پہلا روز ہے، لاؤ غسل کر لیں، کل سے بغیر وضو پڑھ لیا کریں گے، غسل کیا، پاک کپڑے پہنے، اور نماز پڑھی، بعد نماز باغ کو چلے گئے، عصر اور مغرب باغ میں اسی

وضو سے پڑھی، بعد مغرب گھر پہنچے تو طوائف موجود تھیں، اول کھانا کھانے گھر میں گئے، بیوی پر جو نظر پڑی تو فریفتہ ہو گئے، ان کی شادی کو سات سال ہو گئے تھے اور آج تک نہ کبھی بیوی کے پاس گئے اور نہ اس کی صورت دیکھی تھی، فوراً باہر آئے، رنڈی سے کہا کہ آئندہ میرے مکان پر نہ آنا، اور خادم سے کہا کہ بستر گھر میں بھیج دو، سنا ہے کہ ان خان صاحب کی ۲۵ سال تک کبھی تہجد کی نماز قضا نہیں ہوئی۔ (ف: مولانا مظفر حسینؒ نے بے وضو نماز، شراب اور زنا کی بظاہر اجازت دی، لیکن نیت نیک تھی کہ خان صاحب کا مستقبل ان کے سامنے تھا اس لیے یہ کفر نہیں، لیکن اگر کوئی اسی ظاہر کو ہی مقصد بنالے کہ واقعتاً نماز کیلئے وضو کی فرضیت کا منکر ہو اور شراب اور زنا کو جائز سمجھتا ہو تو یہ کفر ہے، تو یہاں پر بھی شخص اور مقصد کے بدلنے سے حکم بدل گیا)۔

دونوں روایتوں کا مشترکہ جواب: مذکورہ بالا دونوں حدیثیں نقل کرنے والے محقق العصر، ترجمان اہل سنت دیوبند اور علماء اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کے مسلک کے محافظ اور عابد وزاہد معتدل مزاج، مناظر اعظم ہیں جنہوں نے حضرت حسینؓ اور یزید کے مسئلہ میں حضرت حسینؓ اور حضرت معاویہؓ اور دونوں طرف کی جماعت صحابہ کا اکابر و اسلاف کی تحقیق کی روشنی میں دفاع کیا، بلکہ دفاع کرنے کا حق ادا کیا۔ اس لیے ناصبیوں اور یزیدیوں کا محض تعصب کی وجہ سے ان کو گستاخ صحابہ اور گستاخ معاویہؓ باور کرانا اور ان کو زندیق قرار دینا خود ان کے ضال مضل ہونے کی علامت ہے۔

پھر ان دو روایتوں کو پیش کرنے کے پہلو پر غور کیا جائے تو ان کا مقصد حضرت معاویہؓ پر طعن اور ان کی گستاخی و توہین نہیں بلکہ پہلی روایت میں ان کا مقصد ہے: یزید کا خفیہ فسق بتا کر اس کا فسق ثابت کرنا جس میں حضرت حسینؓ کا دفاع ہے۔ اور ''باپ سے خفیہ فسق کا ارتکاب'' بتانے کا مقصد اس اعتراض کا جواب دینا اور حضرت معاویہؓ کا دِفاع کرنا ہے کہ: ''یزید کے فسقیہ کاموں کو جاننے کے باوجود حضرت معاویہؓ نے اُسے ولی عہد کیوں بنایا۔'' جواب یہ ہے کہ وہ فسقیہ کام باپ سے چھپ کر کرتا تھا، جس کا باپ کو علم نہ تھا اور اس میں انتظامی صلاحیت نسبتاً زیادہ تھی اور حضرت معاویہؓ سمجھتے تھے کہ یزید کو ولی عہد بنانے میں امت کے انتشار اور قتل و غارت کے فساد سے بچاؤ ہے۔ اس لیے حضرت معاویہؓ پر یہ اعتراض غلط ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی رافضی مودودی وغیرہ یہ روایات پیش کرے گا تو اس کا مقصد ہوگا حضرت معاویہؓ پر طعن اور توہین جو زندقہ ہے۔ پس شخص اور مقصد بدلا تو حکم بھی بدل گیا۔

پس ناصبیوں، یزیدیوں کو رافضیوں والا مطلب مبارک اور اہم اہل السنۃ والجماعۃ حسینیوں کو اکابر اہل السنۃ والجماعۃ کا اختیار کردہ مطلب مبارک۔ پسند اپنی اپنی

اسی طرح حضرت مغیرہ بن شعبہ والی روایت میں حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کا اصل مقصد روایت کا آخری حصہ زیادہ والا ہے، جس سے یزید کے فسقیہ کاموں کا ثبوت ہوتا ہے۔ اور جو عنوان چل رہا ہے وہ بھی ''فسق یزید'' ہے، اسی لیے مہتمم جامعہ یوسفیہ جب احوالِ یزید کی بحث میں حضرت معاویہؓ اور اکابر صحابہ کی بحث کو درمیان میں لائے تو حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ نے ''کھلا خط بنام مہتمم جامعہ یوسفیہ'' میں لکھا کہ: آخر میں موضوع سے ہٹنے کی یہ بدترین مثال آپ نے پیش کی، (آپ نے لکھا ہے) کہ ''یزید کو ملعون مردود اور پلید کہہ کر حضرت معاویہؓ اور اکابر صحابہ کے بارے میں عامۃ الناس کے اذہان کو سوء ظن سے محفوظ رکھنا تقریباً ناممکن ہے''، مولانا! آپ اپنے امام عادل (یزید) کو عادل وصالح ثابت کریں، اسے چھوڑ کر آپ حضرت معاویہؓ اور اکابر صحابہ کا ذکر کرنے لگے۔ (یعنی حضرت معاویہؓ کے احوال زیرِ بحث نہیں بلکہ فسق یزید زیر بحث ہے)۔

اور مولانا امین صفدرؒ کی یہ بات کہ ''باپ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا''، اس میں کون سی حضرت معاویہؓ کی گستاخی ہے۔ حضرت معاویہؓ کی یہ نصیحت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری احادیث کے مطابق ہے۔ اس لئے اس میں گستاخی اور توہین کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اور یزید کی بدبختی کہ اُس نے پہلی نصیحت کی بجائے دوسری نصیحت پر عمل کرنا پسند کیا۔ تفصیل گذر چکی ہے)۔

ڈرانے کا مطلب دھونس و جبر نہیں:

اور ''ڈرانے دھمکانے'' کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو سزا سناتے اور حاکمانہ رعب ڈالتے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ یزید کو ولی عہد نہ بنانے کی صورت میں مسلمانوں میں جس انتشار و افتراق، کشت و خون اور قتل و غارت کا اُنھیں اندیشہ تھا وہ بتا کر اس صورت میں پیش آنے والی تباہی و بربادی سے ڈراتے، کبھی نرمی سے کبھی گرمی سے۔ اسی کو ڈرانے دھمکانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسے کسی کو قیامت سے، دنیوی عذاب سے یا کسی کام کے بھیانک انجام سے ڈرایا جائے تو اِس ڈرانے کو دھونس اور جبر نہیں خیر خواہی کہتے ہیں۔ اِسی طرح حضرت معاویہؓ کا اُن حضرات کو ڈرانا دھونس اور جبر نہیں بلکہ پوری اُمت

اور خود اُن حضرات کے ساتھ خیر خواہی کے جذبے سے تھا۔

زیادہ سے زیادہ "تسامح" کہلائے گا

امام ابن کثیرؒ اور اُن کے حوالے سے مولانا اوکاڑویؒ نے یہ روایات نقل فرمائی ہیں۔ اِن روایات کا صحیح مفہوم پیش کر دیا گیا ہے۔ اگر کسی کو اِن بے غبار توضیحات وتوجیہات پر اطمینان نہ ہو تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ: "یہ امام ابن کثیر اور مولانا اوکاڑویؒ کا مشترکہ تسامح ہے۔" اور تسامح سے کوئی مصنف بھی خالی نہیں۔

لیکن اِن عبارات کو اُچھالنا، اِن کی بنیاد پر خیانتی استفتاء کے ذریعے فتوے حاصل کرنا، پروپیگنڈہ کرنا، مولانا امین صفدر وکاڑویؒ کو بدنام کرنے اور عوام الناس کو اُن سے بدظن کرنے کی کوشش کرنا ایسا کرنے والوں کی شر انگیز فطرت، فساد مزاج اور خبثِ باطن کی علامت ہے۔

(۴)......جواب سوال نمبر (۳):

ہمارے پاس بھیجے گئے استفتاء میں تیسرے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ:

سوال: عبدالواحد لطیف نامی شخص نے ایک پرفریب مبہم استفتاء کے ذریعہ فتاویٰ اور تائیدات حاصل کیں، جن کی بنیاد پر مولانا اوکاڑویؒ اور فسق یزید کے قائلین علماء کے خلاف کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ اِس کے متعلق کیا رائے ہے؟ (جواب سے قبل ہم اُن فتاویٰ کی چند عبارات درج کرتے ہیں۔)

فتاویٰ جات کی چند عبارات:

۱۔ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ (نعوذ باللہ) کاتب وحی سے بغض اور عدالت صحابہ کو مجروح کرتا ہے جو انسان کے زندیق ہونے کی علامت ہے (فتویٰ دارالعلوم دیوبند)

۲۔ احقر اس استفتاء اور فتاویٰ جات بالخصوص مرکز علم ودانش دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ کی مکمل تائید کرتا ہے (مفتی صدام حسین)۔

۳۔ احقر نے دارالعلوم دیوبند وجامعہ دارالعلوم کراچی کے کے دارالافتاء کا جواب مکمل پڑھا۔ حضرت امیر معاویہؓ یہ قطعی جنتی ہیں، ان پر اعتراض اور طعن وتشنیع کا کسی کو حق نہیں، یزید کے کردار کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ یہ کو مطعون کرنا یا اُن پر بے جا اعتراض کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ (فتویٰ جامعہ حقانیہ ساہیوال)۔

جواب: دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ یا اُس کے تائیدی فتاوی جات اس شخص کے بارے میں ہیں جس کے دل میں صحابہ کرام بالخصوص حضرت معاویہؓ یہ کا بغض وکینہ اور نفرت وعداوت ہو۔ اور ایسے شخص کے بارے میں ہم بھی کہتے ہیں کہ: ایسا شخص بلاشبہ زندیق ہے۔ لیکن اِس فتوے کو حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ پر لاگو کرنا غلط ہے۔ کیونکہ مولانا موصوف نے حضرت معاویہؓ یہ کا دفاع کیا ہے، اُن پر وارد ہونے والے اعتراضات کے بہترین علمی جوابات دیئے ہیں۔ یہ اُن کی حضرت معاویہؓ کے ساتھ عقیدت ومحبت کی علامت ہے نہ کہ بغض عداوت کی۔

(۵)......عبدالواحد لطیف نامی یزیدی کے خیانتی استفتاء کا پس منظر:

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ جب محمود احمد عباسی کی کتب "خلافتِ معاویہؓ ویزید" اور "تحقیق مزید" منظر عام پر آئیں تو چھپے اور تقیہ کی چادر میں لپٹے ناصبیوں اور یزیدیوں کو ایک بیساکھی یا ایک ہتھیار مل گیا، وہ اس کے سہارے صحابیٔ رسول، جنتی جوانوں کے سردار حضرت حسینؓ کے مقابلے میں یزید کے حمایتی بن کر "دفاعِ یزید" کا علم لے کر میدان میں اُترے اور تقریر وتحریر کے ذریعے اس پر سارا زور لگانے اور اپنی علمی توانائیاں کھپانے کے لیے کمر بستہ ہوگئے اور نعرہ بلند کیا کہ: "یزید عادل صالح، یزید امیر المؤمنین، یزید متفق علیہ خلیفہ برحق، یزید خلیفہ راشد۔۔۔!" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ خلیفہ کی اطاعت واجب ہے۔ اور ایک خلیفہ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا شخص خلافت کا دعویٰ کرے یا خلیفہ کے خلاف خروج اور بغاوت کرے تو وہ واجب القتل ہے۔ حضرت حسینؓ اور اُن کے ہم نوا اصحابہ کرامؓ وتابعینؒ باغی ہیں۔ کیونکہ امیر المؤمنین، عادل، صالح، متفق علیہ خلیفہ برحق (یزید) کے خلاف خروج کرنا بغاوت ہے۔ اور واضح طور پر کہا کہ: اس خروج کی بنیاد حضرت حسینؓ کا (العیاذ باللہ) ہوس اقتدار اور حبِ جاہ تھا۔

اور یزید کے عادل وصالح ہونے کی اُن کے پاس مضبوط دلیل یہ ہے کہ: ''اگر یزید فاسق وفاجر ہوتو اس کی زَد حضرت معاویہؓ اور اُن صحابہؓ پر پڑتی ہے، جنہوں نے اس فاسق وفاجر کو ولی عہد بنایا۔ اور یہ عمل صحابہ کی شان کے لائق نہیں۔ لہٰذا یزید فاسق وفاجر نہیں بلکہ عادل وصالح خلیفہ ہے۔'' لیکن اُنہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اگر یزید عادل وصالح متفق علیہ خلیفہ برحق ہے تو صحابیٔ رسول حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور اُن کے ہم نوا (بیعت نہ کرنے والے اور بیعت توڑنے والے) ہزاروں صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم کا شرعی حکم کیا ہوگا اور اُن کا دفاع کیسے ہوگا؟ کیا یزیدیوں کے نزدیک یہ حضرات صحابہ کے زمرے میں نہیں آتے یا ان صحابہ کا دفاع ضروری نہیں؟

جبکہ علمائے اہل سنت دیوبند نے مسلکِ اعتدال اختیار کرتے ہوئے دونوں جانب کے حضرات صحابہ کرام کا پورا پورا دِفاع کیا ہے، جیسا کہ اِس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

محمود عباسی کی کتاب کی تشہیر وتبلیغ کے مراکز:

محمود احمد عباسی کی کتاب ''خلافتِ معاویہ ویزید'' کے شروع میں کتاب کے دستیاب ہونے کے تین پتے درج ہیں:

[ا] نادیۃ الادب الاسلامی، ملتان

[۲] مکتبہ علم وحکمت، سوتر منڈی، لاہور

[۳] مکتبہ محمودیہ، ۲۶/۱، بی ایریا، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

یہ تھے کتاب کے مشتہر اور داعی۔ بالخصوص ملتان سے کتاب کو پھیلانے کے لیے قلم وزبان کے دونوں حربے خوب استعمال ہوئے اور ملتان ناصبیت ویزیدیت کا مضبوط مرکز بن گیا۔ اور یزید کی مدح ومنقبت کو عنوان دیا گیا: ''دفاعِ معاویہؓ۔۔۔!''

ایک نامور شخصیت نے پہلے یزید کی منقبت بیان کی، پھر یزید کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ: اگر اکابر کے قول سے صحابہ کرامؓ پر زَد پڑتی ہو تو میں صحابہ کرام کا دامن پکڑ لوں گا اور اکابر کو چھوڑ دوں گا۔ عنوان تو ہے: دفاعِ صحابہ، لیکن مقصود ہے: منقبتِ یزید اور دفاعِ یزید۔ شاید وہ سمجھتے ہیں کہ دفاعِ یزید ہی دفاعِ صحابہ ہے۔

محمود عباسی کے خوشہ چیں چند حضرات:

اِس سلسلے میں بڑے جوش' جذبے اور نہایت جذباتیت کے ساتھ کام کو اُٹھانے والے کچھ ملتان کے حضرات تھے۔ اور خیبر پختونخواہ کے علاقے حویلیاں کے پروفیسر طاہر ہاشمی اور سیالکوٹ سے ابوریحان عبدالغفور۔۔۔! آخر الذکر دو حضرات نے ''دِفاعِ معاویہؓ'' کا لیبل لگا کر حبِ یزید سے سرشار ہو کر اپنے مقتدیٰ' پیش رَو محمود احمد عباسی کے علم وتحقیق سے متاثر ہو کر دِفاعِ یزید پر خوب محنت کی، توانائیاں صرف کیں، اور ہر ایک نے اِس موضوع پر قلم اُٹھایا اور کتابیں تصنیف کیں۔ تصنیف کر کے اپنے حواریوں اور عقیدت مندوں سے خوب دادِ تحسین وصول کی۔

ردِ ناصبیت پر کام کرنے والے نامور علماء:

دوسری طرف ناصبیوں اور یزیدیوں کے رَد میں چند حضرات نے کھل کر کام کیا:

۱۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ [مہتمم: دارالعلوم دیوبند] مؤلف ومصنف ''شہید کربلا اور یزید''۔

۲۔ سیف بے نیام' قائد اہل سنت' وکیل صحابہ واہل بیت حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ [خلیفہ مجاز: شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ]

۳ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ۔

۴ محدث العصر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ۔

5 معتدل مزاج مناظر اعظم، عہد ساز شخصیت، ولی کامل، محقق العصر حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ۔

یہ حضرات اہلسنت والجماعت دیوبند کے محسن اور صحیح ترجمان ہیں۔ خصوصاً حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ نے یزیدیوں کا بڑے مؤثر انداز میں تحریر وتقریر کے ذریعے رَد کیا، اُن کے شکوک وشبہات کے جوابات بھی دیئے۔ اور اُن سے سوالات بھی کیے، جن کے تاحال یزیدی لوگ جواب نہیں دے سکے۔

حسام الحرمین جیسا واقعہ:

ملتان کے عبدالواجد لطیف نامی ناصبی یزیدی نے ناصبیوں کے پیشوا پروفیسر قاضی طاہر ہاشمی کی ایک کتاب ''سیدنا معاویہ پر سو(۱۰۰) اعتراضات کا علمی تجزیہ'' بریلوی عالم فضل احمد چشتی (جو دِفاعِ معاویہؓ پر خوب کام کر رہے ہیں۔(اللہ کرے وہ دِفاعِ معاوؓیہ کی آڑ میں دِفاعِ یزید کی بیماری سے محفوظ رہیں۔) کو پیش کر کے ''فیس بک'' پر اس کی خبر لگائی۔

یاد رہے کہ: قاضی طاہر الہاشمی نے اپنی اِس کتاب میں علامہ جلال الدین سیوطی، صاحبِ مشکوۃ، صاحبِ ہدایہ، ملاعلی قاری، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا سید حسین احمد مدنی، امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا منظور نعمانی، مولانا قاضی مظہر حسین، مولانا محمد امین صفدر اور سید نفیس الحسینی رحمہم اللہ وغیرہ اکابر اہل سنت کو سیدنا معاوؓیہ کا ناقد اور گستاخ قرار دیا ہے۔

قاضی طاہر الہاشمی کی اِس کتاب پر ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی یزیدی کا مقدمہ بھی موجود ہے۔اور طبع جدید (مئی ۲۰۲۰ء) پر ''اعداد و تعارف'' کے تحت کراچی کے غیر مقلد ناصبی محمد فہد حارث اور ناشر کے طور پر ''حارث پبلی کیشنز'' کا نام مذکور ہے۔

اِسی غیر مقلد و ناصبی فہد حارث نے محمود عباسی کی بدنام زمانہ کتاب ''خلافتِ معاویہؓ و یزید'' کے علاوہ ابوریحان سیالکوٹی کے بیٹے عبیداللہ کی ناصبی و یزیدی عقائد پر مشتمل کتب بھی اپنے ادارے ''فہد پبلی کیشنز'' سے شائع کی ہیں۔اور فہد حارث نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ: فہد کے قاضی طاہر الہاشمی اور اُس کی کتب تک پہنچنے میں کراچی کا اعجاز احمد (ناصبی) ذریعہ بنا ہے۔اور قاضی طاہر الہاشمی کی ناصبیانہ کتب کی اشاعت، تشہیر و تقسیم میں اِس اعجاز احمد اور خیانتی استفتاء کے مستفتی عبدالواجد لطیف کا اچھا خاصا کردار ہے۔

مذکورہ بالا کتاب کے علاوہ قاضی طاہر ہاشمی نے اپنی کتاب ''ناقدین سیدنا امیر معاویہ'' میں بھی مذکورہ بالا شخصیات سمیت اہل سنت کی کئی عظیم شخصیات کو حضرت معاوؓیہ کا گستاخ اور موہن قرار دیا ہے۔چند نام یہ ہیں: قاضی ثناءاللہ پانی پتی، شاہ عبدالعزیز، حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، محدث العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری، قاطع رفض امام اہل سنت حضرت لکھنوی، مناظر اعظم حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی، حضرت قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین اور حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمہم اللہ

اول الذکر کتاب میں قاضی طاہر الہاشمی کا تعارف مسلکِ دیوبند اور احناف کی جانی پہچانی شخصیت کے طور پر کرایا گیا ہے۔یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے مماتی اپنی وابستگی مسلکِ اہل سنت دیوبند کے ساتھ باور کراتے ہیں، حالانکہ اُن کا مسلکِ اہل سنت دیوبند سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں۔

مولانا جمیل الرحمن عباسی بہاولپوری فرماتے ہیں کہ: جب میں نے فیس بک پر عبدالواجد لطیف یزیدی کی یہ تحریر دیکھی کہ اُس نے قاضی طاہر الہاشمی کی کتاب بریلوی عالم فضل چشتی صاحب کو پیش کی ہے تو مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ بریلوی صاحبان یہ کتاب ہمارے خلاف استعمال کریں گے کہ: خود ایک دیوبندی پروفیسر طاہر الہاشمی نے اہل سنت دیوبند کے فلاں فلاں اکابر کو حضرت معاوؓیہ کا گستاخ اور موہن لکھا ہے۔اِس لیے میں نے ۲۵ رنومبر ۲۰۲۲ء کو فیس بک پر ایک تحریر لکھ دی، جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ:

> ''بریلوی مسلک کے (فضل احمد) چشتی صاحب ضرور نوٹ فرمالیں کہ: قاضی طاہر الہاشمی صاحب ہم دیوبندیوں کے نہیں بلکہ غیر ہیں۔ ایسے ہی جیسے بندیالوی اور بھکروی ہمارے نہیں ہیں۔''

مولانا جمیل الرحمن عباسی کی یہ تحریر جب قاضی طاہر الہاشمی کے خاص عقیدت مند کراچی کے اعجاز احمد ناصبی شخص نے پڑھی تو اُس نے قاضی طاہر الہاشمی کے دفاع اور اکابر اہل سنت دیوبند کی تردید میں فیسبک پر تحریریں لکھنی شروع کر دیں۔اور اِسی ضمن میں اُس نے ناصبیوں اور یزیدیوں کا بے بنیاد الزام دوہراتے ہوئے مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا گستاخ قرار دیا۔اعجاز احمد ناصبی کی اِس تحریک پر عبدالواجد لطیف ملتانی نے مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کی تحریرات کے مجموعہ ''تجلیات صفدر'' (جلد اول) میں شامل ''کھلا خط بنام ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی'' سے دو روایتیں ''حسام الحرمین'' کی طرز پر سیاق وسباق سے کاٹ کر مولانا محمد امین صاحب اور اُن کی کتاب کا نام لیے بغیر مبہم استفتاء تیار کیا اور سوالات کا انداز ایسا اختیار کیا کہ ان روایتوں کے نقل کرنے سے حضرت معاوؓیہ کی توہین لازم آتی ہے۔اور یہ روایات ناقل کے نزدیک درست ہیں، اور تاثر دیا کہ ناقل کے دِل

میں حضرت معاویؓہ کے متعلق بغض وعداوت اور کینہ ہے۔اور ظاہر ہے کہ مفتی سوال کے مطابق جواب دیتا ہے،اِس لیے جواب میں مفتی صاحب نے لکھ دیا کہ:''اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ (نعوذ باللہ) کاتبِ وحیؓ سے بغض، اور عدالتِ صحابہ کو مجروح کرتا ہے، جو انسان کے زندیق ہونے کی علامت ہے۔'' پس یہ فتویٰ اُس پر صادق آتا ہے جو حضرت معاویؓہ سے بغض رکھتا ہے۔جبکہ مولانا محمد امین صفدرؒ تو حضرت معاویؓہ کے وکیل صفائی ہیں، عدالتِ صحابہ اور ناموس صحابہ کے محافظ ہیں۔لہٰذا اِس فتوے کو حضرت مولانا محمد امین صفدر پر لاگو کرنا بڑی بددیانتی اور جہالت ہے۔

دَراَصل قاضی طاہر الہاشمی یزیدی صاحب، پروپیگنڈہ مبہم والے خیانتی استفتاء کے مستفتی عبدالواجد لطیف یزیدی اور دیگر یزیدیوں کی محبوب اور اُن کے نزدیک عالی شان شخصیت ہیں۔جبکہ امام ابن کثیر، مولانا عبدالشکور لکھنوی، حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، مولانا محمد امین صفدر رحمہم اللہ وغیرہم جملہ اہل سنت دیوبند کی محبوب ترین شخصیات ہیں۔سو جب مولانا جمیل الرحمن عباسی نے طاہر الہاشمی کے سنی دیوبندی ہونے کی نفی کی اور اس کو غیر کہا تو عبدالواجد لطیف نے انتقامی کاروائی کرتے ہوئے ایک پرفریب مبہم استفتا تیار کر کے دارالعلوم دیوبند سے فتوی حاصل کیا پھر اس کے مزید تائیدی فتاوی حاصل کیے ان کو بنیاد بنا کر یزیدیوں نے اکابرین دیوبند خصوصاً جماعت دیوبند کے ممدوح ومحبوب مناظر اعظم، استاذ المناظرین مولانا محمد امین صفدرؒ کی شخصیت کو مجروح اور بدنام کرنے کے لیے گستاخِ معاویؓہ ثابت کرنے کی کوشش شروع کر دی، لیکن اِس پر عنوان اور لیبل ''دِفاعِ معاویہؓ'' کا لگا دیا۔ایسی منافقت، تقیہ بازی اور گمراہی سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔آمین ثم آمین۔

حررہ منیر احمد منور غفرلہ

نوٹ: مفتیان کرام و دیگر علمائے عظام کی خدمت میں درخواست ہے کہ اگر یہ جواب درست ہے تو تصدیق فرما دیں، اور اگر قابل اصلاح ہے تو تصحیح فرما دیں